سیرتِ پاک ﷺ

سراجاً مُنیراً

پاکیزہ نسب، ولادتِ پاک، اسم پاک، صورتِ پاک، حیاتِ پاک، وفاتِ پاک، ازواجِ پاک، اولادِ پاک، خدام، سفراء، گھریلو ساز و سامان، معجزاتِ عظیمہ اور آپ کے ایک سو ایک (۱۰۱) پاکیزہ عادات کا مستند تذکرہ

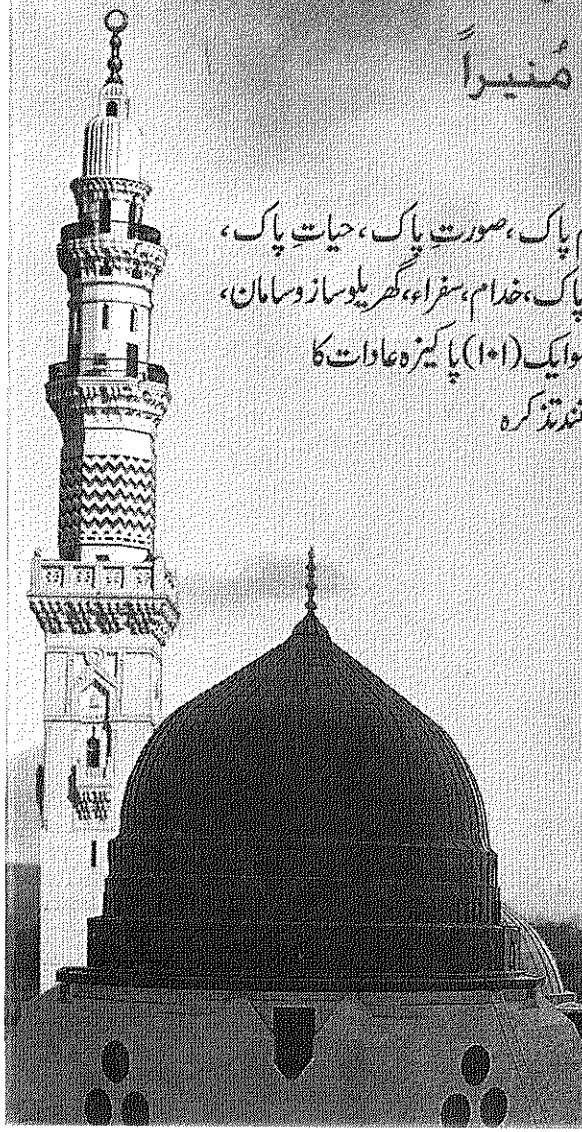

تالیف

حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب مظاہری

أستاذ حدیث وتفسیر، بانی مجلس علمیہ حیدرآباد، انڈیا

ربانی بک ڈپو کٹرہ شیخ چاند دلاں کنواں دہلی ۶

مولانا محمد عبدالرحمٰن مظاہری

أستاذ حدیث وتفسیر، بانی مجلس علمیہ حیدرآباد، انڈیا

تصنیفات

۱) "ہدایت کے چراغ" (سیرت انبیاء کرام) قرآنی انبیاء رسل کی دعوت وتبلیغ اور قرآنی واقعات پر محققانہ تبصرہ اور قرآنی نصائح وعبر (صفحات : ۱۴۰۰ دو جلدوں میں)

۲) "قرآنی تعلیمات" حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی کتاب "مسائل السلوک" کی عام فہم توضیح وتشریح (صفحات : ۷۵۰)

۳) "فرامین رسول" صحابہ کرام کے سوالات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس جوابات اور ان کی تشریح (صفحات : ۳۱۲)

۴) "فتاویٰ رسول اکرم" (عربی) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتاویٰ (صفحات : ۴۰۸)

۵) "کاروانِ حیات" جامعہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی) سے ساحل جدہ (سعودی عرب) تک مصنف کے تحصیل علم اور دعوت وتبلیغ کی صبر آزما و پرہجوم آپ بیتی (صفحات : ۳۵۸)

۶) "سیرت تابعین" اکیس جلیل القدر تابعین کی سیرت وحیات (صفحات : ۳۵۲)

۷) "منتخب دُعائیں" (دُعاؤں کی بڑی کتاب) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع دُعاؤں کا مجموعہ مع تشریحات (صفحات : ۲۲۰)

۸) "آخری سفر" (سکرات سے تدفین تک) (اُردو، انگریزی) میت کی جملہ ہدایات قرآن وحدیث و آثار صحابہ کی روشنی (صفحات : ۴۸)

۹) "یوم عظیم" قیامت کا دن قرآن وحدیث کی روشنی میں (صفحات : ۳۱۱)

۱۰) "رسول اکرم کی اذان ونماز" تراویح، وتر، عیدین، صلوۃ جنازہ وغیرہ (صفحات : ۵۰)

۱۱) "اعلیٰ حضرت احمد رضا خان" (حیات وکارنامے) بانی مذہب بریلوی کے اختلاف کی مستند تاریخ اور ان کی آخری زندگی کے کارنامے "عبرت ہی عبرت" (صفحات : ۱۰۰)

۱۲) "اصحاب رسول کی یادیں" ایک سو ایک عظیم المرتبت اصحاب رسول کا تذکرہ (صفحات : ۱۸۵)

۱۳) "امام اعظم ابوحنیفہؒ (حیات وخدمات) عظیم الشان" خدمات عالیہ (صفحات : ۱۵۶)

۱۴) "حج وعمرہ کا عملی طریقہ" حج وعمرہ کا عمل یکے بعد دیگر، زیارت نبوی، مسجد نبوی، جنت البقیع (مدینہ منورہ) (صفحات : ۵۰)

۱۵) "آیۃ الکرسی" قرآن حکیم کی عظیم آیت کی مکمل تشریح (صفحات : ۲۵)

۱۶) "چہل حدیث"

Al Waqar Graphics +91 9896631991

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

(سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم)

-: سراجاً مُنیراً :-

پاکیزہ نسب، ولادتِ پاک، اسم پاک، صورتِ پاک،
حیاتِ پاک، وفاتِ پاک، ازواج پاک، اولادِ پاک،
خدام، سفراء، گھریلو ساز و سامان، معجزات عظیمہ اور
آپ کے ایک سوایک (۱۰۱) پاکیزہ عادات کا،
مستند تذکرہ

تالیف
مولانا محمد عبدالرحمٰن مظاہری اُستاذ حدیث وتفسیر
بانی
مجلس علمیہ حیدرآباد۔انڈیا

وصف سید عالم (ﷺ)

فرشتوں میں یہ چرچا تھا کہ وصف سید عالم
[1]دبیر چرخ لکھتا یا تو پھر روح الامین لکھتے
ندا یہ بارگاہِ حضرت قدوس سے آئی
یہ کچھ اور ہی شئ ہے اگر لکھتے ہمیں لکھتے

---

[1] آسمانوں کا ایک مقرب فرشتہ

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

نام کتاب : سیرتِ پاک (ﷺ)

تالیف : مولانا محمد عبدالرحمٰن مظاہری، اُستاذ حدیث تفسیر

مصحح : مولانا محمد عمران قاسمی

سن اشاعت : تیسرا ایڈیشن ۲۰۱۲ء اضافہ شدہ

صفحات : ۱۴۹

کمپوزنگ : الاکرم گرافکس، سعید آباد، حیدرآباد Ph : 9849629484

طباعت : اے۔ایس گرافکس، حیدرآباد

——— :: برائے ایصال ثواب :: ———

والدہ مرحومہ طاہرہ رفیق صاحبہؒ زوجہ جناب مرزا رفیق احمد صاحب زید مجدہٗ

ڈیفنس۔کراچی پاکستان

طالب دُعا : مرزا اقبال احمد و اِخوانہ، حال مقیم جدہ (سعودی عرب)

——— :: کتاب ملنے کا پتہ :: ———

(1) سرتاج ٹیلرس، تلک روڈ، عابڈس، حیدرآباد ، فون:040-24753397

(2) اعزاز قریشی، مانصاحب ٹینک، حیدرآباد، فون: 09985619107

فہرست مضامین سیرت پاک ﷺ

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
مصنف کا تعارف	۶	نبوت ورسالت	۲۹
نعت شریف	۸	آپ کے چچا اور پھوپیاں	۳۰
افتتاحیہ	۹	ازواجِ مطہرات	۳۱
پاکیزہ نسب	۱۲	کنیزات طاہرات	۴۰
والدین محترمین اور دادا جان	۱۳	اولادِ پاک	۴۱
ولادت پاک	۱۵	خدام اور غلام	۴۳
اسم پاک ﷺ	۱۷	کاتبانِ وحی	۴۶
اسم پاک کا زندہ معجزہ	۲۲	سفراء کرام	۴۶
صورت پاک	۲۳	مؤذنین رسول (ﷺ)	۵۱
اسماء پاک ﷺ	۲۷	اُمراء اور گورنر	۵۲
دودھ پلانے والی خواتین	۲۸	محافظینِ رسول (ﷺ)	۵۳
کفالت وپرورش	۲۸	دربار نبوی کے شاعر	۵۵

خطبآءِ نبوی	۵۵	جانوروں نے آپ کو سجدہ کیا	۹۰
فارس نبوی	۵۶	قحط سالی	۹۱
نبوی ہتھیار اور سامانِ حرب	۵۶	کھانے میں حیرت انگیز واقعہ	۹۲
لباس پاک	۶۰	توشہ دان بھرا کا بھرا رہا	۹۴
خاتم نبوی	۶۲	اِحیاء موتیٰ (مردوں کا زندہ ہونا)	۹۶
نعلین شریفین	۶۴	لڑکے کا زندہ ہونا	۹۷
آپ کی سواریاں	۶۵	لڑکی کا زندہ ہوجانا	۹۸
وفاتِ پاک	۶۹	والدین محترمین کا زندہ ہوجانا	۹۸
مرض الوفات کے تیرہ دن	۷۷	سیرت پاک عادات شریفہ	۱۰۰
معجزات النبی	۸۲	طبقۂ انبیاء میں نبی اکرمؐ کی "خصوصی شان"	۱۴۰
معجزات	۸۳	قُبَّۃُ الْخضرآء (گنبد خضراء)	۱۴۴
پتھر کا سلام کرنا	۸۶	بادشاہ مصر کے نام آپ کا دعوت نامہ	۱۴۶
مسجد نبوی کا ستون (مدینہ منورہ)	۸۷	حجرۂ نبوی شریف کا اندرونی نقشہ	۱۴۷
زمین کا ایک مردے کو قبول نہ کرنا	۸۸	خاتم نبویؐ، نقشۂ نعلین شریفین	۱۴۸
رکانہ کا قبول اسلام	۸۹	نعت شریف	۱۴۹

OOO

ابوالحسن علی الحسنی الندوی

(مصنف کا تعارف)

مولانا محمد عبدالرحمن صاحب مولف کتاب ہذا کا خصوصی عربی تعارف جو ایک موقع پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ سے مکالمہ میں حاصل کیا گیا تھا۔ ترجمہ درج ذیل ہے۔

بعد حمد وصلوٰۃ :-

فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالرحمن بن احمد شریف۔ حیدرآبادی سے میں بخوبی واقف ہوں، مولانا علوم دینی واسلامی کے فاضل ہیں، جنوبی ہند کے دینی وعلمی حلقوں میں آپ کی بیش بہا خدمات رہی ہیں، مولانا نے ہندوستان کے مختلف علمی اداروں سے استفادہ کیا ہے آخر میں مدرسہ مظاہر علوم ضلع سہارن پور (یوپی) سے علوم دینیہ کی تکمیل کی اور اصول دین وعلم شریعت میں اعلیٰ سندیں حاصل کیں، تحصیل علم کے بعد جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں تقریباً پندرہ سال درس وتدریس کی خدمات انجام دی ہیں۔ اسکے علاوہ مولانا موصوف نے عامۃ المسلمین کی تعلیم وتربیت کی جانب بھی خصوصی توجہ دی، اس سلسلے میں اہل علم حضرات کیلئے "مجالس علمیہ" کی تاسیس رکھی جسکا دینی وعلمی حلقوں میں اثر رہا ہے۔

چونکہ مولانا توحید وسنت کے داعی وعلمبردار تھے اپنے شہر میں اہل بدعت کی مخالفتوں سے دوچار ہوگئے، اسی سال موصوف نے فریضہ حج ادا کیا اور انکی خواہش ہے کہ کچھ عرصہ انہی مقامات مقدسہ میں رہ کر علمی ودینی خدمت انجام دیں چنانچہ انہیں اس مقصد کے حصول کیلئے تعاون کی ضرورت ہے، مجھے اس بات سے خوشی ہوگی کہ مولانا کے مقصد کی تکمیل ہو، اس بارے میں جو بھی ان کے ساتھ معاونت کریں میں ان کا شکر گذار رہونگا،

والسلام

کتبہ الفقیر الی اللہ

ابوالحسن علی الحسنی الندوی

مکۃ المکرمہ

۳/صفر ۱۳۹۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

PHONE { 22949 / 29174 TELE : NADWA

Abul Hasan Ali Nadwi
DARULULOOM NADWATULULAMA
LUCKNOW-226007 (INDIA)

ابوالحسن علی الحسنی الندوی
ندوۃ العلماء لکھنؤ — الھند

تصریف الشیخ محمد الرحمن بن احمد شریف الھندی

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الرسلین سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

وبعد فإني أقوم فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن احمد شریف الحیدرآبادی الھندی، إنہ رجل فاضل فی العلوم الدینیۃ وقد مارس نشاطاً حسناً فی المجالین العلمی والدینی بموطنہ الھند فدرّس فی دور مختلفۃ عالیۃ مختلفۃ فی الھند وأکمل دراستہ فی المدرسۃ العالیۃ "مظاہر العلوم" الواقعۃ فی سھارنپور ونال شھادات عالیۃ ممتازۃ من غیرھا فی أصول الدین وشریعتہ واشتغل بعد ذلک بالتدریس فی الجامعۃ النظامیۃ الواقعۃ فی حیدرآباد جنوبی الھند مدۃ تربو علی عشر سنوات

وبالإضافۃ إلی ذلک اھتم بشؤون الدعوۃ والتربیۃ السلیمۃ وأنشأ مجالس علمیۃ لھذا الغرض، کان لہ أثر حسن فی المجال الدینی، وقد تعرض بسبب نشاطہ لمضایقات من أھل البدع، فأراد أن یکرس جھودہ داعیاً إلی العقیدۃ الصحیحۃ والسنۃ النبویۃ، وقد حج فی ھذا العام وفی نفسہ رغبۃ أکیدۃ فی قضاء مدۃ من الوقت فی ھذہ الربوع المقدسۃ مشتغلاً بما یتیسر لہ من عمل علمی أو دینی مرجو فی حاجۃ إلی من یساعدہ فی تحصیل ھذہ البغیۃ، ولیس فی ذلک أن یتعب الشیخ عبدالرحمن أملہ ھذا وأکون شاکراً لمن یساعدہ فی ھذا وعلی جمیعکم کتب لکم التقدیر

۳ صفر ۱۳۹۸ھ
مکۃ المکرمۃ

کتبہ الفقیر الی اللہ
ابوالحسن علی الحسنی الندوی

نعت شریف

مکی ، مدنی ، ہاشمی و مطّلبی ہے — آدم کے لیے فخریہ عالی نسبی ہے
پاکیزہ تر از عرش و سماء جنتِ فردوس — آرام گہِ پاک رسول عربی ہے
آہستہ قدم نیچی نگاہ پست صدا ہو — خوابیدہ یہاں روحِ رسول عربی ہے
اے زائرِ بیت نبوی یاد رہے یہ — بے قاعدہ یاں جنبش لب بے ادبی ہے
کیا شان ہے اللہ رے محبوب نبی کی — محبوب خدا ہے وہ جو محبوب نبی ہے
بجھ جائے ترے چھینٹوں سے اے ابرِ کرم آج — جو آگ مرے سینے میں مدت سے لگی ہے

[1] از : علامہ سید سلیمان ندویؒ

[1] نوٹ : حضرت علامہ سلیمان ندویؒ نے مذکورہ نعت شریف کو مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس کے سامنے برجستہ پڑھا تھا۔
فجزاہ اللہ عن سائر المسلمین خیر الجزاء جزاء موفوراً.

افتتاحیہ

دنیا کے تمام مذاہب نے انسانی صلاح وفلاح کیلئے ایک ہی تدبیر بیان کی ہے کہ مذہب کے رہبر اور قائد کی تعلیمات اختیار کرلی جائیں۔

لیکن آسمانی مذاہب میں اسلام ایک ایسا آفاقی مذہب ہے جس نے اپنے داعی و پیغمبر کی پوری زندگی کو عملی نمونہ قرار دیا اور اسی کی اتباع و پیروی میں دنیا کی صلاح اور آخرت کی فلاح کو منحصر کردیا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الآیۃ احزاب۔ آیت ۲۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی انسانیت کیلئے بہترین نمونہ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں دو کامل مکمل نمونے ہیں۔

(۱) صورت پاک (۲) سیرت پاک

ملت کے سیرت نگاروں نے سیرت پاک پر ضخیم اور عظیم کتابیں مرتب کی ہیں لیکن صورت پاک پر امام المحدثین امام ترمذی (ولادت ۲۰۹ھ وفات ۲۷۹ھ) پہلے سیرت نگار محدث ہیں جنھوں نے سیرت پاک کے ساتھ ''صورت

پاک'' کے عنوان پر عربی میں ایک وقیع رسالہ ''الشمائل الترمذی'' مرتب کیا جو کتب احادیث میں عظیم الشان ومستند حیثیت رکھتا ہے۔

ہمارے اُستاذ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اس عربی رسالہ کا اُردو ترجمہ مع ضروری تشریحات ''خصائل نبوی شرح الشمائل الترمذی'' کے نام سے مرتب کیا ہے۔

شیخ الحدیث کی یہ کتاب ''خصائل نبوی'' اور حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی شہرہ آفاق کتاب بہشتی زیور حصہ (۸) اور قدیم سیرت نگار محدث امام عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم بن جماعہؒ المعروف ابن جماعہؒ (المتوفی ۷۶۷ھ) کی مستند کتاب ''المختصر الندی فی سیرۃ النبیؐ'' سے زیر مطالعہ کتابچہ مرتب کیا جارہا ہے۔ اس مختصر رسالہ میں آپ کی ایک سوایک (۱۰۱) ذاتی سیرت پاک کے علاوہ صورت پاک اور اسم پاک کی وضاحت، آپ کا بلند واعلیٰ نسب نامہ، والدین محترمین کا تذکرہ، خدام وخادمات، کاتبین وحی، خطباء وسفراء کرام، موذنین عظام ومحافظین، نعلین شریفین ولباس پاک، گھریلو اثاثہ جات، سامان حرب وضرب وجنگی لباس، سواریوں اور جانوروں کی تفصیل اور وفات پاک کا تذکرہ مذکورہ بالا تینوں کتابوں سے لیا گیا ہے۔ مع تیرہ (۱۳) عظیم معجزات بھی شامل ہیں۔

اس طرح زیر مطالعہ کتابچہ سیرت نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی و خانگی وگھریلو سیرت طیبہ کا مستند ذخیرہ ہے جو سیرت کی ضخیم کتابوں میں یکجا نہیں ملتا۔

فَلَکَ الْحَمْدُ یَا رَبَّنَا حَمْداً عَلٰی مَا الْهَمْتَ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْنَا وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَعَلٰی آلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ وَاَصْحَابَةُ الرَّاشِدِیْنَ الْمُهْتَدِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

خاکپائے مصطفیٰ

خادم الکتاب والسنۃ۔ محمد عبدالرحمٰن غفرلہٗ

حال مقیم جدہ (سعودی عرب)

پاکیزہ نسب

علمِ تاریخ کے مستند علماء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ نسب سیدنا آدم علیہ السلام تک تین حصوں میں بیان کیا جاتا ہے۔

سلسلہ نسب کا (۱) پہلا حصہ بلا اختلاف منقول ہے اس میں ناموں کا کوئی اختلاف نہیں اور وہ آپ کے والد بزرگوار حضرت عبداللہ سے جداعلیٰ عدنان تک کے نام ہیں۔ یہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ تاریخ نے نقل کی ہیں۔

(۲) دوسرا حصہ حضرت عدنان سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام تک ناموں میں کہیں کہیں اختلاف پایا جاتا ہے۔

(۳) تیسرا حصہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے سیدنا آدم کے درمیانی ناموں میں غیر معمولی اختلافات ہیں۔ ناموں کا یہ اختلاف ایک طبعی وفطری حقیقت ہے کیوں کہ ناموں کی یہ ساری تفصیلات ماقبل تاریخ سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ علم تاریخ کا وجود سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات یا ولادت سے شروع ہوتا ہے لیکن یہ واقعہ ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھالئے جانے کے کم وبیش ساڑھے پانچ سو سال بعد ہوئی۔ اس لئے

آپ کے سلسلۂ نسب میں ناموں کی کمی وبیشی اور اختلافات قرین قیاس بھی ہیں۔ لیکن اس حقیقت سے بھی کوئی اختلاف نہیں کرتا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب کے غیر اختلافی ناموں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب کا پہلا حصہ

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خذیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزاد بن معد بن عدنان۔

قرآن حکیم نے آپ کے خاندان کو پاکیزہ کہا ہے۔ لقد جاء کم رسول من انفسکم (آلایۃ سورہ توبہ آیت ۱۲۸)

حضرت ابن عباسؓ اور امام زہریؒ نے اَنْفُسِکُم کے حرف فا پر زبر کی قرأت نقل کی ہے۔ اَنفس کے معنی افضل واشرف ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت وشان والے خاندان سے ہیں۔ (بخاری باب مبعث النبی ﷺ)

والدین محترمین اور دادا جان

آپ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی سیدہ آمنہ تھا۔ سلسلہ نسب اس طرح بیان

کیا گیا ہے۔آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔

والدہ محترمہ آپ کے بچپن ہی میں انتقال کر گئیں جبکہ آپ کی عمر شریف چھ سال تھی۔

والد محترم حضرت عبداللہ نے جو دادا عبدالمطلب کے فرزند تھے۔ایسے وقت وفات پائی جبکہ آپ بطن مادر میں چھ ماہ کے تھے۔

اور دادا عبدالمطلب نے اس وقت وفات پائی جب کہ آپ کی عمر شریف آٹھ سال تھی۔

اس کے بعد آپ کی پرورش ونگرانی آپ کے چچا خواجہ ابو طالب نے کی یہاں تک کہ آپ نبوت ورسالت پر فائز ہو گئے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

ولادتِ پاک ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ آپ کے اپنے شہر مکۃ المکرّمہ میں عام الفیل (اصحاب الفیل والے سال) ماہ ربیع الاول دوشنبہ (پیر) کے دن صبح صادق کے وقت آپ کے چچا خواجہ ابو طالب کے مکان میں ہوئی۔اس مقام کو ''مولد الرسول'' کہا جاتا ہے جو مروہ پہاڑی کے بائیں جانب سڑک کے کنارے واقع ہے۔ (آج کل ۱۴۳۳ھ ہجری م ۲۰۱۲ء اس مقام پر دارالمطالعہ کی مختصر عمارت بنادی گئی ہے) آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں چار مشہور قول نقل کئے گئے ہیں۔

۱/۸/۹/۱۲ ربیع الاول (عام الفیل) عام روایت ۱۲/ربیع الاول ہے۔

تحقیقی روایات ۱/ یا ۹/ربیع الاول کے بارے میں ہیں۔سن عیسوی کے مطابق آپ کی پیدائش ۲۰/اپریل ۵۷۱ء تھی۔(سیرت النبی، ج:۱، ص:۱۷۲)

عثمان بن العاص کی والدہ سیدہ فاطمہ بنت عبداللہ کہتی ہیں کہ ولادت کے وقت میں سیدہ آمنہ کے حجرے میں تھی۔اس وقت سارا مکان نور سے بھر گیا تھا اور آسمان کے ستارے مکان پر جھک پڑے تھے۔(فتح الباری، ج:۶، ص:۴۲۶)

خود سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے ہیں تو نہایت نظیف و

پاکیزہ تھے۔ بدن پر کسی قسم کی آلائش نہ تھی، تاریخی روایت یہی ہے کہ آپ مختون (ختنہ شدہ) پیدا ہوئے۔

(طبقات ابن سعد، ج:۱،ص ۶۴، زرقانی، ج:۱،ص ۱۲۴)

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے ساتویں دن آپ کا ختنہ کروایا اور اہل خاندان کی دعوت کی اور آپ کا نام ''محمد'' رکھا۔

(صلی اللہ علیہ وسلم)

بعض دیگر مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ کا ختنہ حضرت جبرئیل امین نے کیا۔ بچپن میں آپ کا شق صدر کیا گیا تھا جہاں آپ اپنی رضاعی ماں سیدہ سعدیہ کے ہاں زیر پرورش تھے۔ (اللہ کے حکم سے فرشتے نے آپ کے سینے مبارک کو کھولا اور قلب مبارک کو زم زم و کوثر سے غسل دیا۔)

اسم پاک ﷺ

تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قوم عرب میں بچوں کا نام ''محمد'' رکھنا شاذ و نادر ہی تھا[1] آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کا نام گرامی ''محمد'' رکھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کا دوسرا اسم گرامی ''احمد'' بھی تھا جو قدیم آسمانی کتابوں میں درج ہے۔ (سورۃ الصّف، آیت:۶)

آپ کا یہ اسم گرامی صحابہ کرام میں معروف و مشہور رہا ہے۔ دربار نبوت کے شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ کا یہ شعر کتب احادیث میں اس طرح ملتا ہے۔

صَلَّی اللّٰہُ وَمَنْ یَحُفُّ بِعَرْشِہٖ : وَالطَّیِّبُوْنَ عَلَی الْمُبَارَکِ اَحْمَدَ

(ترجمہ) : حاملانِ عرش کے فرشتے اور سب پاکیزہ ہستیوں نے بابرکت احمد پر درود بھیجا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری نے اپنی کتاب ''تاریخ صغیر'' میں یہ روایت نقل کی ہے کہ

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے قوم عرب میں اسم محمد کا رواج بہت کم تھا۔ علامہ ابوجعفر محمد بن حبیب بغدادی (المتوفی ۲۴۵ھ) نے کل سات (۷) آدمی اس نام کے شمار کئے ہیں۔ ان میں سے ایک نام محمد بن سفیان بن مجاشع کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے والد نے ایک شامی راہب سے یہ سنا تھا کہ آئندہ پیغمبر کا نام محمد ہوگا تو انھوں نے اپنے مولود بیٹے کا نام محمد رکھ دیا تاکہ اس نبی کی برکت حاصل ہو۔ (کتاب المعتبر، ص:۱۳۰، تفسیر ماجدی)

حضرت علی بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ آپ کے چچا خواجہ ابوطالب فرصت کے اوقات میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

وَشقّ لہٗ مِن اِسمِہٖ لِیُجلّہٗ : فَذُو العرشِ محمودٌ و ھذا محمد

(ترجمہ) : اللہ نے اپنے نام پاک سے آپ کا نام بنایا تا کہ آپ کی عظمت و شان ظاہر کرے پس عرش والا محمود ہے اور آپ محمد ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم، (فتح الباری، ج:۶، ص: ۴۰۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ کے چچا خواجہ ابوطالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

وَاَبیَضُ یُستَقَیٰ الغَمَامُ بِوَجھِہٖ :: ثِمَالُ الیَتَامٰی عِصمَۃٌ لِّلاَرَامِلِ

آپ صاف ستھرے پاکیزہ ہیں۔ آپ کے روئے مبارک کے صدقے میں بارش طلب کی جاتی ہے۔ آپ یتیموں کی پرورش کرنے والے اور بیواؤں کی حمایت کرنے والے ہیں۔ (بخاری) صلی اللہ علیہ وسلم

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ آپ کی وفات شریفہ کے بعد جہاں کہیں سیدنا یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کا تذکرہ سنا کرتیں تو بے ساختہ اپنا یہ شعر پڑھ دیا کرتی تھیں۔

لَو اَحیٰ زُلَیخَا لَورَاَیتَ جَبِینَہٗ : لَاٰثَرنَ بِالقَطعِ القُلُوبِ عَلَی الیَدِ

(ترجمہ) : زلیخا کو طعنہ دینے والیاں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

جبینِ پاک کو ایک نظر دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے اپنے دل کاٹ لیتیں۔ (بخاری)

جس طرح آپ کا اسم پاک معجزہ نما ہے، صورت پاک بھی معجزہ تھی۔ سینکڑوں انسانوں نے صرف آپ کے روئے مبارک کو دیکھ کر اسلام قبول کرلیا تھا اور شہادت دی کہ ایسا مقدس و پاکیزہ چہرہ جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو بلند پایہ یہودی عالم اور اپنی قوم کے سردار بھی تھے جب آپ کو ایک نظر دیکھا تو اعلان کردیا اَنَّہٗ لَیسَ بِوَجہِ کَذَّابٍ ، یہ جھوٹا چہرہ نہیں۔ پھر اسلام قبول کرلیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اسم پاک ''محمدؐ'' کا سادہ ترجمہ ''وہ ذات جس کی تعریف کی گئی ہو'' عربی لغت کی مشہور کتاب قاموس میں لفظ ''محمدؐ'' کے یہ معنے لکھے گئے ہیں۔ ''وہ ذات جس کی تعریف کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوا ہو۔ اَلَّذِیْ یُحمَدُ مَرَّۃً بَعدَ مَرَّۃٍ. (قاموس) صلی اللہ علیہ وسلم۔

علاوہ ازیں صاحب قاموس نے لفظ ''محمدؐ'' کو تحمید سے مشتق کیا ہے جس کے معنے میں مبالغہ اور تکرار کی صفت پائی جاتی ہے۔ یعنی کسی کام کو ایسے طور پر انجام دینا کہ اس کا کوئی حصہ چھوٹنے نہ پائے۔ مثال کے طور پر کہا جاتا ہے:

قَتَّلَہٗ تَقتِیلاً ٹکڑے ٹکڑے کیا کہ کوئی جزء باقی نہ رہا۔

قَسَّمَهُ تَقْسِیْمًا اس طرح تقسیم کیا کہ کچھ باقی نہ رہا۔

ایسے ہی ''محمد'' کا ترجمہ وہ ذات جس کا ہر ہر حصہ قابل حمد ہے کہ کوئی حصہ تعریف سے خالی نہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

مذکورہ کتاب قاموس میں لفظ ''حمد'' کے معنی قضا الحق بھی لکھے ہیں۔ (حق ادا کر دینا) اس لحاظ سے لفظ محمد کے معنی وہ ذات جس کا پورا پورا حق ادا کر دیا گیا ہو۔

صلی اللہ علیہ وسلم

الغرض کمالات نبوت ہوں یا معجزات رسالت ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کا اسم گرامی بھی ایک معجز نما ہے اور یہ زندہ معجزہ آج تک اپنی معنویت کو برقرار رکھے ہوئے ہے اور ابدالآباد تک رہے گا۔ دنیا میں جن چیزوں کا ذکر خیر جاری ہے ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر سب پر حاوی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

دربار نبوت کے مدحت سرا حضرت حسان بن ثابت یوں مدح سرا ہوئے ہیں:

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

(ترجمہ) : میری آنکھوں نے آپ جیسا حسین کہیں نہیں دیکھا، اور نہ آپ جیسا صاحب جمال کسی عورت نے جنا ہے، آپ ہر ہر عیب سے پاک و صاف پیدا کئے گئے ہیں، گویا آپ اپنی خواہش و مرضی کے مطابق پیدا ہوئے ہیں۔

ماضی قریب کے غیر معروف شاعر لطف بدایونی نے آپ کے حسن و جمال کو جس خوبصورتی سے ادا کیا ہے اُردو مدحت سرائی میں ایسا عنوان نظر نہیں آتا۔

رُخ مصطفٰے ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ[1] ساز میں

صلی اللہ علیہ وسلم

البتہ فارسی زبان میں اسی عنوان کو اس طرح ادا کیا گیا ہے۔

آفا قہا گردیدہ ام مہر بُتاں و رزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(ترجمہ) : کائنات چھان ڈالی حسینان جہاں کو خوب دیکھ لیا لیکن آپ کا حسن و جمال ہی کچھ اور ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت نگار اور صورت نگار تمام مؤرخین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و اخلاق عالیہ بیان کرنے کے بعد یہ جملہ ضرور لکھا کرتے ہیں۔

لَمْ اَرَقَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ

ہم نے آپ جیسا با جمال و با کمال نہ پہلے دیکھا نہ آپ کے بعد۔

(صلی اللہ علیہ وسلم)

[1] تَعٰلَی اللّٰهُ عَمَّا یَصِفُوْن. (اس کے باوجود بھی اللہ عظیم ہر عیب و نقص سے پاک ہے)

(اسم پاک کا زندہ معجزہ)

اسم پاک ''محمدؐ'' صلی اللہ علیہ وسلم کی معنویت کی زندہ شہادت آپ کا وہ ''ذِکر خیر'' ہے جو حسب ذیل موقعوں پر لاکھوں انسانوں کی زبانوں پر آج بھی دیکھا اور سنا جاتا ہے اور قیامت تک سنا جائے گا۔

(۱) کلمہ طیبہ میں (۲) اذانوں میں (۳) نمازوں میں (۴) دعاؤں میں (۵) محرابوں میں (۶) منبروں پر (۷) وعظوں میں (۸) درسگاہوں میں (۹) خانقاہوں میں (۱۰) مسجدوں میں (۱۱) محفلوں میں (۱۲) خلوت کدوں میں (۱۳) میدانوں میں (۱۴) سمندروں میں (۱۵) خلاؤں میں (۱۶) سفر میں (۱۷) حضر میں (۱۸) اُٹھتے بیٹھتے (۱۹) جاگتے سوتے (۲۰) چلتے پھرتے اسم پاک ''محمدؐ'' رسول اللہ کا لامتناہی سلسلہ شب و روز شمالاً، جنوباً، شرقاً، غرباً، زمین و آسمانوں، عرش و فرش میں جن و انس اور فرشتوں کی زبانوں پر جاری و ساری ہو رہا ہے اور خود رب العزت والجلال بھی ہر آن اپنی خصوصی رحمتیں نازل فرما رہے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ،الآیۃ (احزاب، آیت:۵۶)

(ترجمہ) : اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر دُرود و سلام پڑھ رہے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی درود و سلام پڑھو۔

صلی اللہ علیہ وسلم

(صورتِ پاک)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و اخلاق بیان کرنے والوں میں حضرت ہند بن ہالہؓ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، یہ بزرگ اُم المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے پہلے شوہر ابو ہالہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ احادیث کی کتابوں میں انھیں ''وصّاف رسول اللہ'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے والے)

حضرت حسن بن علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ہالہؓ سے اپنے نانا جان (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حلیہ مبارک دریافت کیا۔[1]

ماموں جان ہند بن ہالہؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات والا صفات میں خصوصی شان والے تھے۔ دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے باوقار تھے، آپ کا چہرۂ مبارک بدر کامل کی طرح منور تھا، آپ کی قامت متوسط قد والے

[1] حضرت حسنؓ کی عمر شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سات سال تھی اور حضرت حسینؓ ان سے بھی کم عمر تھے۔

سے کسی قدر دراز تھی لیکن دراز قد والے سے نسبتاً پست، سر مبارک اعتدال کے ساتھ کچھ بھاری تھا، گیسوئے مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے گنجان تھے۔ بالوں میں از خود مانگ نکل آتی ورنہ آپ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے اور جب آپ کے بال دراز ہوتے تو کان کی لو سے کچھ آگے ہو جاتے۔ آپ کا رنگ مبارک نہایت صاف ستھرا مائل بہ سرخی تھا اور پیشانی مبارک کشادہ تھی۔ آپ کے ابرو خم دار باریک اور گھنے تھے، دونوں ابرو جدا جدا ایک دوسرے سے ملتے ہوئے نہ تھے، ان دونوں ابرو کے درمیان ایک باریک رگ تھی جو غصہ کے وقت اُبھر جاتی تھی (اسی حالت پر صحابہ آپ کا ناراض ہونا پہچان لیتے تھے) آپ کی مبارک ناک بلندی مائل تھی اور اُس پر ایک چمک و نور ظاہر ہوتا تھا، پہلی نظر میں دیکھنے والا آپ کی مبارک ناک کو دراز محسوس کرتا تھا لیکن دوبارہ دیکھنے پر معلوم ہوتا تھا کہ حُسن و چمک کی وجہ سے دراز معلوم ہو رہی ہے۔ آپ کی داڑھی مبارک بھرپور گھنی تھی۔ چشم مبارک کی پُتلیاں نہایت سیاہ و چمکدار تھیں، رُخسار مبارک نہایت ہموار ہلکے پھلکے تھے، دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا (یعنی تنگ منہ نہ تھا) دندان مبارک باریک آبدار تھے اور ان کے درمیان خفیف سا فصل تھا جب آپ کلام فرماتے تو دانتوں کے درمیان سے روشنی پھوٹتی تھی سینۂ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک باریک سی لکیر تھی، گردن مبارک خوبصورت صراحی گردن کی طرح تھی اور رنگت میں صاف ستھری چاندی جیسی، آپ کے سارے اعضاء نہایت معتدل اور پُر گوشت

تھے، بدن مبارک گٹھا گٹھا سا تھا، شکم اور سینۂ مبارک ہموار لیکن سینہ مبارک فراخ و کشادہ تھا۔ آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے فاصلہ تھا، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں تھیں (جو مضبوطی و طاقت کی علامت ہوا کرتی ہیں) کپڑے اُتارنے کی حالت میں آپ کا مبارک بدن روشن و چمکدار نظر آتا تھا، شکم مبارک پر بال نہ تھے البتہ سینہ اور ناف کے درمیان بالوں کی ایک باریک دھاری تھی، دونوں بازوؤں اور کندھوں اور سینۂ مبارک کے بالائی حصے پر بال تھے۔ آپ کی کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں اور قدم مبارک گداز اور پُر گوشت تھے، ہاتھ اور پیر کی انگلیاں تناسب کے ساتھ درازی مائل تھیں، آپ کے تلوے مبارک کسی قدر گہرے تھے اور قدم مبارک ہموار کہ پانی ان پر ٹھہرتا نہیں تھا فوراً ڈھل جاتا، جب آپ چلتے تو قوت سے قدم اُٹھاتے اور مائل بہ خم ہو کر آگے بڑھتے، قدم مبارک زمین پر آہستہ پڑتا تھا، آپ چلنے میں کچھ کشادہ قدم رکھتے تھے، چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے، جب آپ چلا کرتے تو ایسا معلوم ہوا کرتا گویا بلندی سے پستی میں اُتر رہے ہیں، جب کسی کی جانب متوجہ ہوتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے۔

آپ کی نظریں عموماً نیچی رہا کرتی تھیں، آپ کی نگاہ بہ نسبت آسمان، زمین کی طرف زیادہ رہا کرتیں، عادت شریفہ گوشۂ چشم سے دیکھنے کی تھی (یعنی کسی کو گھور کر دیکھنے کی عادت نہ تھی تاکہ اُس شخص کو تشویش نہ ہو۔)

جب مل کر چلا کرتے تو صحابہ کو اپنے آگے کر دیتے، مل جل کر چلنے کی عادت

شریفہ تھی اور جب کسی سے ملاقات فرماتے تو آپ خود پہلے سلام کرتے۔

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا، اس وقت آپ سرخی مائل لباس زیب تن تھے میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ کے رُخ انور کو دیکھتا بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ حسین وجمیل ہیں۔

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابواسحٰقؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت براء بن عاذبؓ سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس کیا تلوار کی طرح شفاف تھا؟ فرمایا نہیں بلکہ بدر کامل کی طرح روشن تھا۔

(صلی اللہ علیہ وسلم)

شیخ سعدیؒ آپ کی ثناخوانی کا حق اس طرح ادا کرتے ہیں۔

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ يَا سَيِّدَالْبَشَرْ مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيْرُ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ

لَايُمْكِنُ الثَنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

(ترجمہ) : اے حسن وجمال والے اور اے کائنات کے آقا وسردار۔ آپ کے چہرہ منور سے چاند نے روشنی پائی ہے۔

آپ کی ثناء وتوصیف ممکن نہیں جیسا کہ آپ کا حق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے بعد آپ ہی بزرگ ہیں۔

اسماء پاک ﷺ

جیسا کہ بیان کیا گیا آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کا اسم گرامی ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا۔ علاوہ ازیں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد اپنے چند اور اسماء بھی ارشاد فرمائے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

اَحْمَدُ، اَلْمَاحِیْ، اَلْحَاشِرُ، اَلْعَاقِبُ[1]، اَلْمُصَفّٰی، نَبِیُّ الرَّحْمَةُ، نَبِیُّ التَّوْبَةِ، نَبِیُّ الْمَلْحَمَةِ، اَلْفَاتِحُ، عَبْدُاللّٰہِ۔

(بخاری، ج:۲، ص۲۹۹، مسلم، ج:۲، ص۳۳۵، ترمذی حدیث: ص:۲۸۴۲)

آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں قبیلہ کنانہ کو منتخب فرمایا پھر قبیلۂ کنانہ سے قبیلۂ قریش کو منتخب کیا پھر قبیلہ قریش سے بنو ہاشم کو منتخب کیا پھر بنو ہاشم میں مجھ کو منتخب فرمایا۔ (مسلم شریف)

(صلی اللہ علیہ وسلم)

[1] اَلْعَاقِبُ (آخری نبی)، اَلْمُصَفّٰی اَلْمَاحِیْ (کفر کو مٹانے والے) اَلْحَاشِرُ حشر کے دن سب سے پہلے اٹھنے والے نبی اَلْمَلْحَمَةِ غزوات والے۔ (جہاد والے)۔ (الشمائل حدیث، ص:۳۶۰)

دودھ پلانے والی خواتین

پیدائش کے بعد چند یوم تو والدہ محترمہ سیدہ آمنہؓ نے دودھ پلایا پھر آپ کے چچا ابولہب کی آزاد کردہ کنیز سیدہ ثویبہؓ نے مزید چند یوم اپنا دودھ پلایا، پھر کچھ دن بعد قبیلہ بنوسعد کی شریف خاتون سیدہ حلیمہ سعدیہؓ مستقل پرورش کے لئے اپنے قبیلہ بنو سعد سے آئیں جیسا کہ اُس زمانے میں بچوں کی پرورش کا یہ رواج تھا، تاریخی روایات میں مذکور ہے کہ انہی دنوں فرشتے آپ کو گہوارے میں بہلایا کرتے تھے۔[1]

(صلی اللہ علیہ وسلم)

سیدہ حلیمہ سعدیہ آپ کے اعلان نبوت کے بعد آپ کے ہاں مدینہ منورہ آئیں، آپ نے ان کا اکرام فرمایا، اپنی چادر مبارک بچھائی اور عزت کا معاملہ کیا۔ چند دن قیام کے بعد اپنے قبیلہ بنوسعد واپس ہوگئیں چلتے وقت سیدہ حلیمہ سعدیہ نے اسلام قبول کیا۔

(رضی اللہ عنہا)

کفالت و پرورش

سیدہ حلیمہ سعدیہ کے گھر بنوسعد سے مکۃ المکرّمہ واپس آنے پر آپ کے

[1] حضرت حمزہؓ نبی کریم ﷺ کے چچا نے بھی سیدہ حلیمہؓ اور سیدہ ثویبہؓ کا دودھ پیا ہے۔ اس طرح سیدنا حمزہؓ آپ کے رضاعی بھائی ہوئے۔

دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی، جب آپ کی عمر شریف آٹھ سال تھی، دادا جان عبدالمطلب کا انتقال ہوگیا۔

پھر آپ کے چچا خواجہ ابوطالب نے آپ کی پرورش کی جس کا سلسلہ سرفرازیٔ نبوت کے بعد تک جاری رہا، جب آپ کی عمر شریف پچیس ۲۵ سال ہوئی تو مکۃ المکرّمہ کی قریشی معزز خاتون سیدہ خدیجہ بنت خویلد سے جو بیوہ ہوچکی تھیں آپ کا نکاح ہوا، اس وقت سیدہ خدیجہؓ کی عمر شریف چالیس سال تھی۔

نبوت و رسالت

جب آپ کی عمر شریف چالیس سال ہوئی مہینہ ربیع الاول کا تھا اور دن دوشنبہ (پیر) کا تھا مکۃ المکرّمہ کے ''غارِ حرا''[1] جہاں آپ عبادت الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے نبوت سے سرفراز کیا گیا اور قرآن حکیم کے پارہ ۳۰ سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات جبرئیل امین نے آپ کو پڑھوائی۔ اس واقعہ کے بعد تین سال تک آپ کارِ نبوت، مخفی طور پر انجام دیا کرتے تھے پھر نبوت کے چوتھے سال دعوت و تبلیغ علی الاعلان فرمانے لگے۔

عمر شریف کے (۴۸) یا (۴۹) سال میں آپ کے چچا ابوطالب کا انتقال ہوگیا۔ اس حادثہ کے تین یا پانچ دن بعد آپ کی زوجہ مطہرہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ نے

[1] خانہ کعبہ سے بجانب مشرق تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک بلند پہاڑی پر مختصر سا غار ہے جس کی زیارت کے لئے لوگ پہاڑ پر جاتے ہیں۔

بھی انتقال فرمایا۔ رضی اللہ عنہا۔

تاریخ اسلامی میں اس سال کو عام الحزن کہا جاتا ہے۔ (رنج وغم والا سال)

آپ کے چچا اور پھوپیاں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ چچا و تایا اور چھ پھوپیاں شمار کی گئیں ہیں۔

چچا : (۱) حمزہ (۲) العباس (۳) الحارث (۴) ابوطالب عبد مناف (۵) ابولہب عبدالعزیٰ (۶) الزبیر (۷) عبدالکعبہ (۸) ضرار (۹) قثم (۱۰) المقوم (۱۱) اغیرہ (جن کا لقب حجل تھا) (۱۲) القیدان (۱۳) القوام۔

پھوپیاں: (۱) صفیہ (۲) عاتکہ (۳) برہ (۴) اروی (۵) امیمہ (۶) اُم حکیم البیضاء

یہ سب حضرت عبدالمطلب کی اولاد ہیں، عمر میں سب سے بڑے بیٹے الحارث تھے اور سب سے چھوٹے حضرت عباس تھے۔ ان میں سیدنا حمزہؓ، سیدنا عباسؓ، سیدہ صفیہؓ، سیدہ عاتکہؓ اور سیدہ اروی نے اسلام قبول کیا ہے۔

(رضی اللہ عنہم)

ازواجِ مطہرات

آپ کے ازواجِ مطہرات کی تعداد بارہ اور کنیزات طاہرات کی تعداد چار تھی، جب آپ کی عمر شریف ۲۵ سال ہوئی تو مکۃ المکرمہ کی قریشی معزز دولت مند خاتون سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ سے جو بیوہ تھیں نکاح ہوا، اس وقت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کی عمر شریف چالیس سال تھی، بیس عدد اونٹ مہر مقرر ہوا۔

بارہ (۱۲) ازواج کے اسماء گرامی:

(۱) اُم الہند سیدۃ خدیجہؓ بن خویلد (۲) سیدہ سودہ بنت زمعہؓ (۳) سیدہ عائشہ صدیقہؓ بنت ابوبکرؓ (۴) سیدہ حفصہ بنت عمر بن الخطابؓ (۵) سیدہ زینب بنت خزیمہؓ (۶) سیدہ اُم سلمہ بنت اُمیہ (۷) سیدہ زینب بنت جحشؓ (۸) سیدہ جویریہ بنت الحارثؓ (۹) سیدہ ریحانہ بنت یزیدؓ (بعض مؤرخین نے ان کو کنیزات میں شمار کیا ہے) (۱۰) سیدہ اُم حبیبہؓ رملہ بنت ابی سفیانؓ (۱۱) سیدہ صفیہ بنت حی بن اخطبؓ (۱۲) سیدہ میمونہ بنت الحارث حزنؓ۔

۱۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ :

آپ کی پہلی زوجہ محترمہ ہیں، مکۃ المکرمہ میں سرفرازیٔ نبوت سے پندرہ سال پہلے جب کہ آپؐ کی عمر شریف پچیس ۲۵ سال اور سیدہ کی عمر چالیس سال تھی

نکاح ہوا۔

سیدہ کے بطن مبارک سے چار۴ لڑکیاں زینب، رقیہ، اُم کلثوم، فاطمہ اور دو۲ لڑکے قاسم اور عبداللہ پیدا ہوئے لیکن یہ ساری اولاد سوائے سیدہ فاطمہؓ آپؐ کی حیات پاک ہی میں یکے بعد دیگر وفات پا گئیں۔ بعض تو بچپن میں اور بعض جوانی اور شادی کے بعد۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ ہجرت مدینہ سے تین سال قبل ۱۰ نبوت مکۃ المکرّمہ میں وفات پائی، انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس قبر شریف میں اُتارا، اپنے پیچھے چار لڑکیاں دو لڑکے چھوڑیں۔ پچیس ۲۵ سال آپؐ کی زوجیت میں رہیں، وفات کے وقت (۶۵) سال عمر تھی، آپؐ نے ان کی حیات میں کسی اور خاتون سے نکاح نہیں کیا، ان کے انتقال کے بعد سیدہ سودہ بنت زمعہؓ سے نکاح کیا، سیدہ خدیجۃ الکبریٰ حجون جنت المعلی مکۃ المکرّمہ میں سپرد خاک ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا۔ (مکۃ المکرّمہ کا قدیم قبرستان)

۲۔ سیدہ سودہ بنت زمعہؓ :

سیدہ سودہ کا نکاح ہجرت مدینہ سے تین سال پہلے مکۃ المکرّمہ میں ہوا، سیدہ کا قد قدرے دراز اور بدن کچھ بھاری سا تھا، مزاج میں لطافت وظرافت تھی، کبھی کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسا دیا کرتی تھیں۔ ایک رات آپؐ کی نماز

تہجد میں شریک ہوگئیں سلام پھیرنے کے بعد کہنے لگیں یا رسول اللہ آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ میرے ناک میں خون اُتر آیا، آپؐ بے ساختہ ہنس پڑے۔ ماہ ذوالحجہ ۲۳ھ سیدنا عمر فاروقؓ کی خلافت میں انتقال کیا اور جنت البقیع مدینہ منورہ میں آسودۂ خواب ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا۔

۳۔ سیدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیقؓ :

سیدہ سودہؓ سے نکاح کے بعد آپؐ نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے ماہ شوال ۱۰ھ نبوت مکۃ المکرّمہ میں نکاح کیا جبکہ سیدہ کی عمر شریف چھ۶ سال تھی اور رخصتی ہجرت مدینہ کے آٹھ ماہ بعد ۱ھ میں ہوئی۔ اس وقت سیدہ کی عمر شریف نو۹ سال تھی، ازواج مطہرات میں یہ واحد خاتون ہیں جو غیر شادی شدہ کنواری تھیں باقی تمام ازواج بیوہ یا مطلقہ تھیں۔

ایک روایت یہ بھی نقل کی جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو حمل قرار پایا تھا جو ساقط ہوگیا لیکن محدثین نے روایت کو موضوع اور بے اصل قرار دی ہے۔ (ابن السنی، الموضوعات ۹/۲)

نو سال آپؐ کی زوجیت میں رہیں۔ آنحضور ﷺ کی وفات کے وقت اٹھارہ ۱۸ سال عمر تھی۔ ۵۷ھ میں انتقال کیا۔ اس وقت عمر شریف چھیاسٹھ (۶۶) سال تھی۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع

مدینہ منورہ میں آسودۂ خواب ہوئیں۔(رضی اللہ عنہا)

۴۔ سیدہ حفصہ بنت عمرؓ :

۳ھ میں آپؐ نے سیدہ سے نکاح کیا جبکہ ان کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا۔ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی معاملہ میں سیدہ حفصہؓ کو طلاق دیدی کچھ دیر نہ ہوئی جبرئیل امین آئے اور اللہ کا یہ پیام پہنچایا کہ آپ اپنی طلاق واپس لے لیں کیوں کہ سیدہ حفصہ صوّامہ، قوّامہ صفت خاتون ہیں (کثرت سے روزے رکھنے والی رات کو کثرت سے عبادت کرنے والی) اور یہ بھی کہ یہ خاتون جنت میں آپؐ کی بیوی ہوں گی۔آپؐ نے طلاق واپس لے لی۔

(ابن سعد لطبقات الکبریٰ، جلد:۸،ص:۵۸، الطبرانی)

شعبان ۴۵ھ مدینہ منورہ میں وفات پائی۔حضرت معاویہؓ کا دور حکومت تھا۔مروان بن الحکم امیر مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی، وفات کے وقت سیدہ کی عمر شریف (۶۰) ساٹھ سال تھی، جنت البقیع مدینہ منورہ میں آسودۂ خواب ہوئیں۔ (رضی اللہ عنہا)

۵۔ سیدہ زینب بنت خزیمہؓ :

یہ سخی و فیاض خاتون تھیں، زمانۂ جاہلیت ہی میں ان کا لقب اُم المساکین

ہو چکا تھا، خیر خیرات بہت کیا کرتی تھیں۔پہلے شوہر عبداللہ بن جحشؓ کے غزوۂ اُحد میں انتقال کے بعد ۳ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کرلیا۔ پانچ سو درہم مہر مقرر ہوا۔نکاح کو دو تین ماہ گزرے تھے کہ انتقال ہو گیا۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ انتقال کے وقت تیس ۳۰ سال عمر شریف تھی۔(رضی اللہ عنہا)

۶۔ سیدہ اُم سلمہؓ بنت ابی اُمیہ:

ماہ شوال ۴ھ میں آپؐ سے نکاح ہوا جبکہ پہلے شوہر ابوسلمہؓ چار پانچ ماہ پہلے انتقال کر گئے تھے۔سیدہ اُم سلمہؓ نے ۵۸ھ میں انتقال کیا جبکہ عمر شریف ۸۴ چوراسی سال تھی۔حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، ازواج نبی میں یہی وہ خاتون ہیں جنھوں نے سب سے آخر میں وفات پائی ہے۔رضی اللہ عنہا۔ازواج مطہرات میں حسین وجمیل خاتون شمار کی جاتی تھیں۔

سیدہ اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن میرے سابقہ شوہر ابوسلمہؓ نے کہا تھا اے اُم سلمہؓ آج میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے جو میرے لئے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کو کوئی مصیبت یا آفت پہنچے اور وہ اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ کر یہ دعا کرے اَللّٰھُمَّ عِنْدَکَ اَحْتَسِبُ مُصِیْبَتِیْ ھٰذِہٖ اَللّٰھُمَّ اخْلُفْنِیْ فِیْھَا بِخَیْرٍ مِّنْھَا۔

ترجمہ : اے اللہ میں اپنی اس مصیبت کو آپ کا خیر ہی یقین کرتی ہوں۔ اے اللہ! اس کا بدل اس سے بہتر عطا فرما۔

تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر چیز عطا فرمائے گا جو اس سے لے لی گئی ہے۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

پھر سیدہ اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ابوسلمہؓ کے انتقال کے بعد مجھ کو یہ بات یاد آئی جب دعا پڑھنے کا ارادہ کیا تو خیال آیا کہ مجھ کو ابوسلمہؓ سے بہتر شوہر کون ملے گا؟ بہرحال میں نے یہ دعا پڑھ لی، چنانچہ میری عدت گزرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود اپنا پیام دیا۔ جن سے بہتر کائنات میں اور کوئی نہیں۔ الحمدللہ

۷۔ سیدہ زینب بنت جحشؓ :

یہ خاتون آپؐ کی پھوپی اُمیمہ بن عبدالمطلب کی بیٹی تھیں (پھوپی زاد بہن) آپؐ سے ۴ھ میں نکاح ہوا، خاندانی نام برّہ تھا۔ آپؐ نے نکاح کے بعد نام تبدیل کر دیا اور زینبؓ نام رکھا۔ یہی وہ خاتون ہیں جن کا نکاح آپؐ سے آسمانوں پر ہوا ہے۔ (الاحزاب آیت ۳۷)

حضرت جبرئیل امین اور فرشتے گواہ تھے اور اللہ عزوجل قاضی تھے۔ تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''ہدایت کے چراغ'' جلد۲ ص ۶۶۹ دیکھئے۔ نکاح کے وقت سیدہ زینبؓ کی عمر شریف پینتیس ۳۵ سال تھی۔ انتقال ۲۰ھ میں ہوا۔ سیدنا عمر بن

الخطابؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع مدینہ مدینہ میں آسودۂ خواب ہوئیں۔

(رضی اللہ عنہا)

۸۔ سیدہ جویریہ بنت حارثؓ :

سیدہ جویریہؓ قبیلہ بنوالمصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں۔ ۵ھ میں آپؐ نے ان سے نکاح کیا۔ اس وقت سیدہ کی عمر شریف بیس ۲۰ سال تھی۔ اپنے حسن و جمال میں بے مثال تھیں۔ ماہ ربیع الاول ۵۰ھ پینسٹھ سال کی عمر میں انتقال کیا جبکہ مدینہ منورہ میں مروان بن الحکم امیر تھے۔ رضی اللہ عنہا۔ جنت البقیع مدینہ منورہ میں آسودۂ خواب ہوئیں۔ (رضی اللہ عنہا)

۹۔ سیدہ اُم حبیبہ بنت ابی سفیانؓ صخر بن حرب:

سیدہ کا نکاح ملک حبشہ میں ہوا، شاہ نجاشی نے یہ نکاح پڑھا ہے۔ قیمتی جہیز کے علاوہ چار سو دینار مہر بھی اپنی جانب سے دیا۔ سیدہ کی عمر شریف نکاح کے وقت ۳۵ سال تھی۔ ۴۴ھ بعمر چوہتر ۷۴ سال مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع مدینہ منورہ میں آسودۂ خواب ہوئیں۔

(رضی اللہ عنہا)

۱۰۔ صفیہ بنت حیؓ :

قبیلہ بنونضیر کے سردار کی بیٹی تھیں، نسبی لحاظ سے سیدنا ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں۔ غزوۂ خیبر ۶ھ میں قیدی بن کر مدینہ طیبہ آئی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کر کے نکاح فرمالیا۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے انھیں روتے دیکھا، فرمایا کیا بات ہے؟ سیدہؓ نے کہا عائشہؓ اور حفصہؓ مجھ کو اکثر چھیڑا کرتی ہیں اور یہ کہتی ہیں کہ تم تو ایک قیدی بن کر مدینہ طیبہ آئی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم پر احسان کیا، آزادی دی اور تم تو یہودی خاندان کی ہو، تم ہماری برابری کیونکر کرسکتی ہو؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفیہؓ تم نے یہ جواب کیوں نہیں دیا کہ تم مجھ سے کیسے بہتر ہوسکتی ہو۔ میرے باپ تو سیدنا ہارون علیہ السلام ہیں اور چچا سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہیں اور میرے شوہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بہرحال آپؐ نے اُن کی تسلی فرمادی اور وہ خوش ہوگئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں ایک دن سب ازواج مطہرات جمع تھیں، آپؐ کی تکلیف و بے قراری دیکھ کر سیدہ صفیہؓ نے کہا تھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری تمنا ہے کہ آپؐ کی یہ تکلیف مجھ کو مل جائے اور آپؐ سکون پائیں، دیگر ازواج نے آپس میں ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھ لیا اور ارشاد فرمایا واللہِ اِنَّھَا لَصَادِقَۃٌ ،اللہ کی قسم یہ سچی

ہے۔ ماہ رمضان المبارک ۵۰ھ میں وفات پائی۔ جنت البقیع مدینہ منورہ میں آسودۂ خواب ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا۔

۱۱۔ سیدہ میمونہ بنت الحارثؓ :

ماہ ذوالقعدہ ۷ھ میں آپؐ نے ان سے نکاح کیا جبکہ آپ ﷺ عمرۂ صلح حدیبیہ کی قضا کے لئے مکۃ المکرّمہ تشریف لا رہے تھے۔ مقام سرف میں نکاح ہوا، واپسی میں عروسی بھی وہیں ہوئی اور وفات بھی اسی مقام پر ۵۱ھ میں ہوئی جبکہ سیدہ کسی سفر میں اس مقام پر پہنچی تھیں، سیدہ میمونہؓ کی تدفین بھی مقام سرف میں ہوئیں۔

سرف مکۃ المکرّمہ اور حدیبیہ کے درمیان ایک بستی تھی جو آج مکۃ المکرّمہ سے چند میل کے فاصلہ پر لب سڑک ایک مختصر احاطے میں قبر شریف ہے۔

مورخ ابن سعد لکھتے ہیں کہ یہ آپؐ کی آخری بیوی تھیں جن کے بعد آپؐ نے کسی خاتون سے نکاح نہیں کیا۔ ان کا اصلی نام برّہ تھا نکاح کے بعد آپؐ نے ان کا نام میمونہ رکھا۔

ملحوظہ: سوائے سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ جو حجون جنت المعلیٰ مکۃ المکرّمہ اور سیدہ میمونہؓ جو مقام سرف میں آسودۂ خواب ہیں، تمام ازواج مطہرات مدینہ منورہ کے مقدس قبرستان جنت البقیع میں آرام کر رہی ہیں۔ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ اَعْمَالَھُنَّ وَارْفَعْ

دَرَجٰتِهِنَّ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنُ۔

مورخین لکھتے ہیں کہ وہ پاکباز خواتین جنھوں نے قرآنی ہدایت کے مطابق (سورۂ احزاب، آیت: ۵۰) اپنے آپ کو آپؐ کی خدمت میں بغیر مہر نکاح کیلئے پیش کیا (ہبہ[1]) اسی طرح آپؐ نے جن خواتین سے رشتہ کیا تھا لیکن نکاح کی نوبت نہ آئی ان کی جملہ تعداد تیس (۳۰) بیان کی جاتی ہے۔ واللہ اعلم

ازواج مطہرات کی مذکورہ ترتیب قولِ مشہور کے مطابق ہے جس کو حافظ ابو محمد عبدالعظیم المنذریؒ نے لکھا ہے اور ان کے شاگرد علامہ شرف الدمیاطیؒ نے اس پر علماء کا اتفاق ظاہر کیا ہے۔ (المختصر الندی فی سیرۃ النبی امام ابن جماعہؒ المتوفے ۷۶۷ھ)

نوٹ: دو (۲) ازواج سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ وسیدہ زینب بنت خزیمہؓ آپ کی حیات پاک میں وفات پائیں، باقی نو (۹) ازواج آپ کی وفات کے وقت موجود تھیں۔

کنیزات طاہرات

کنیزات ایسی خواتین کو کہا جاتا ہے جو کسی حادثہ، جنگ وجدال میں قیدی ہوجائیں پھر اُنھیں مال غنیمت کی طرح فاتحین جنگ میں تقسیم کردیا جاتا ہو جن کے وہ مالک ہوجایا کرتے تھے اور خرید وفروخت کا سلسلہ ان میں جاری ہوا کرتا۔

[1] بعض مفسرین نے ایسی خواتین کے یہ نام شمار کئے ہیں۔ (۱) خولہ بنت حکم، (۲) ام شریک، (۳) میمونہ (۴) لیلیٰ بنت حکیم، دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسی کوئی بھی خاتون نہ تھی گو آپؐ کو نکاح کا اختیار تھا، آپ نے اس کو اختیار نہ فرمایا۔ (بیان القرآن، حکیم الامت)

ماقبل اسلام یہ رواج ہر مذہب میں تھا لیکن اسلام نے اس عمل کی ہمت افزائی نہیں کی بلکہ غلامی کے ناسور کو تدریجی طور پر ختم کردیا اور آج جب جہاد اسلامی میں جو غیر مسلم خواتین گرفتار ہوکر آئی ہیں، ان کے ساتھ حسن سلوک اور آزادی کی ترغیب دی ہے اور بہت سارے ایسے طریقے نافذ کئے ہیں جن میں انھیں آزاد کردیا جاتا ہے۔ موجودہ زمانے میں یہ جنس نایاب ہوچکی ہے۔

کتاب زادالمعاد میں ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار کنیزات تھیں۔

(۱) سیدہ ماریہ بنت شمعون قبطیہ جن سے صاحبزادے سیدنا ابراہیمؓ پیدا ہوئے ہیں، اس مبارک خاتون کو اسکندریہ (مصر) کے بادشاہ مقوقس نے جس کا نام جریج بن مینا تھا آپؐ کی خدمت میں چند تحائف کے ساتھ ہدیہ کیا تھا۔

(۲) سیدہ ریحانہؓ (بعض مؤرخین نے انھیں زوجۂ مطہرہ لکھا ہے)

(۳) ایک نوجوان خاتون (جو قیدیوں میں آئی تھیں)

(۴) ایک اور نوجوان خاتون جن کو اُم المومنین سیدہ زینب بنت جحشؓ نے آپؐ کو ہبہ کیا تھا۔ (زادالمعاد ج:۱، ص:۱۱۴)

اولادِ پاک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ۳ صاحبزادے اور چار ۴ صاحبزادیاں تھیں۔

(۱) سیدنا قاسم جو بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ دو ڈھائی سال کی عمر تھی۔

(۲) سیدنا عبداللہ جن کے دو لقب تھے (طیب و طاہر) یہ بھی مکۃ المکرّمہ میں شیر خوارگی کی حالت میں انتقال کیا۔

(۳) سیدنا ابراہیمؓ ۸ھ مدینہ منورہ میں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر شریف بھی ڈیڑھ دو سال بیان کی جاتی ہے۔

صاحبزادیوں میں سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیہؓ، سیدہ اُم کلثومؓ، سیدہ فاطمہؓ یہ چاروں صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے سیدنا قاسمؓ، سیدنا عبداللہؓ، اُم المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے پیدا ہوئے اور تیسرے صاحبزادے سیدنا ابراہیمؓ آپ کی کنیزہ سیدہ ماریہ قبطیہؓ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ سوائے سیدہ فاطمہؓ آپؐ کی ساری اولاد آپ کی حیات طیبہ میں انتقال کی ہیں۔ سیدہ فاطمہؓ (خاتون جنت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے چھ ماہ بعد انتقال کر گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت کے ایام میں ایک بار اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کے کان میں یہ فرمایا تھا کہ بیٹی میں اس مرض میں وفات پانے والا ہوں، اس پر سیدہ فاطمہؓ رو پڑی تھیں پھر دوسرے لمحہ آپؐ نے اُنھیں یہ خوشخبری دی کہ تم پہلی خاتون ہوں گی جو میرے بعد وفات پا کر مجھ سے ملاقات کروں گی۔ اس پر سیدہ فاطمہؓ نے مسکرا دیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات طیبہ کے بعد کسی خاتون نے سیدہ فاطمہؓ سے اس رونے اور مسکرانے کا سبب دریافت کیا تو سیدہ نے مذکورہ حقیقت بیان

کی۔ رضی اللہ عنہا

خُدّام اور غلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت گذاروں میں سرفہرست حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جن کا لقب صاحب السواک والنعلین ہے۔ (آپ کے وضو و طہارت کا انتظام کرنے والے اور آپ کے جوتوں کی حفاظت کرنے والے) اور سیدنا بلال بن رباحؓ (مؤذن مسجد نبوی) ازواج مطہرات کی گھریلو ضروریات کا انتظام کرنے والے ہیں۔ حضرت عقبہ بن عامر الجہنیؓ سفر میں آپ کی سواری کی قیادت کرتے تھے۔ حضرت اسلع بن شریکؓ یہ بھی آپؐ کی سواری کی قیادت کرتے تھے۔ حضرت سعد مولیٰ ابی بکر صدیقؓ حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت ایمن بن عبیدؓ (انہی کی والدہ سیدہ اُم ایمن یہ مبارک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات میں پانی وصفائی کا انتظام کیا کرتی تھیں) رضی اللہ عنہم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ بن شرحبیلؓ ہیں جن کو اُم المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپ کی خدمت میں ہبہ کیا تھا پھر آپ نے انھیں آزاد کر کے سیدہ اُم ایمنؓ [1] سے نکاح کر دیا جن کے بطن

[1] سیدہ اُم ایمنؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن میں نگہداشت وخدمت کرنے والی خاتون ہیں) آپ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ کسی جنتی خاتون سے نکاح کرے تو اس کو اُم ایمنؓ سے نکاح کر لینا چاہئے۔

سے حضرت اُسامہؓ پیدا ہوئے جو محبوب نبی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ دوسرے حضرت ابورافع، تیسرے حضرت ثوبانؓ، چوتھے ابوکبشہ سُلیمؓ، پانچویں شقران جن کا نام صالح تھا۔ چھٹے رباح نوبیؓ، ساتویں یسار نوبیؓ (جن کو عربین کی جماعت نے قتل کر دیا تھا جس کا قصہ کتب احادیث میں موجود ہے) آٹھویں مدعم، نویں کرکرہ نوبی جو آپ کے سفر و حضر میں سامان اور بوجھ اُٹھایا کرتے تھے اور جو جنگ خیبر ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری تھامے ہوئے تھے۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۳۷۵ میں یہ بھی تصریح ہے کہ انہی صاحب نے جنگ خیبر کے مال غنیمت میں معمولی سی چیز کا سرقہ کیا تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آتش جہنم کی وعید سنائی تھی، بعض دیگر محدثین نے اس خیانت کا مرتکب مدعم کو قرار دیا ہے، بہرحال یہ دونوں غلام جنگ خیبر میں مارے گئے۔

حضرت زید بن حارثہ نے (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے) سیدہ اُم ایمن سے نکاح کر لیا، انہی سے حضرت اُسامہ بن زیدؓ پیدا ہوئے جو ''محبوب نبی'' کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ انہی سیدہ اُم ایمنؓ کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ بکثرت روزے رکھا کرتی تھیں۔ ایک موقع پر افطار کیلئے انھیں پانی میسر نہ آیا، بے تاب ہوگئیں، اچانک آسمان سے پانی کا بھرا ڈول نازل ہوا۔ سیدہ اُم ایمن نے پانی سے افطار کیا، پھر بعد میں یہ فرمایا کرتی تھیں کہ آسمان کے اس پانی پینے کے بعد زندگی بھر کبھی پیاس نہیں

لگی۔ (الاصابہ، ص: ۳۱۶)

لا الہ الا اللہ

یہی وہ خاتون ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اکثر رویا کرتی تھیں۔ ایک دن سیدنا ابوبکر صدیقؓ و سیدنا عمر الفاروقؓ نے ان سے فرمایا تم اس قدر کیوں رویا کرتی ہو۔ سیدہ نے فرمایا مجھے خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن وفات پانا تھا لیکن میرا رونا وفات پاک پر نہیں ہے بلکہ میں اس لئے رویا کرتی ہوں کہ آپؐ کی وفات شریفہ کے بعد آسمان سے وحی الٰہی کا سلسلہ بند ہوگیا۔ یہ سننا ہی تھا کہ دونوں حضرات بھی رو پڑے۔ (الاصابہ: ص ۴۱۶)

لا الہ الا اللہ۔

دسویں انجشہ الحاوی، گیارہویں سفینہ جن کا نام مہران بن فروخ تھا۔ بارہویں انسہ ابومشرح، تیرہویں افلح، چودہویں عبید، پندرہویں طمان، سولہویں حنین، سترہویں سندر، اٹھارہویں فضالہ یمانی، انیسویں مابور الخصی، بیسویں واقد، اکیسویں ابوواقد، بائیسویں قسام، تیئسویں ابوعیب، چوبیسویں ابومویھبہ۔

خدمتگزار خواتین میں اُم رافع، میمونہ بنت سعد، خضرہ، رضوی، رزینہ، اُم ضمیرہ، میمونہ بنت ابی عسیب، ماریہ، ریحانہ شامل ہیں جو ازواج نبی کی خدمت کیا کرتی تھیں۔

کاتبانِ وحی

وحی الٰہی (قرآن حکیم) کے لکھنے والوں میں اکابر صحابہ شامل ہیں اور یہ طبقہ ملت اسلامیہ میں عظیم المرتبت حیثیت رکھتا ہے۔ جبرئیل امین جب بھی آیات قرآنی لے کر نازل ہوتے، واپسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے والے صحابہ کو طلب فرماتے اور نازل شدہ کلام لکھوا دیتے۔

ان حضرات میں سرفہرست (۱) سیدنا ابوبکر صدیقؓ، (۲) عمر الفاروقؓ (۳) عثمان غنیؓ (۴) علی المرتضٰی (۵) زبیر بن العوامؓ (۶) عامر بن فہیرہؓ (۷) ابی بن کعبؓ (۸) عمرو بن العاصؓ (۹) عبداللہ بن الارقم (۱۰) ثابت بن قیس بن شماسؓ (۱۱) حنظلہ بن الربیعہؓ (۱۲) مغیرہ بن شعبہؓ (۱۳) عبداللہ بن رواحہؓ (۱۴) خالد بن ولیدؓ (۱۵) خالد بن سعید بن العاصؓ (۱۶) معاویہ بن ابی سفیانؓ (۱۷) زید بن ثابتؓ ہیں۔

بعض مورخین لکھتے ہیں خالد بن سعید بن العاص پہلے کاتب ہیں جنھوں نے وحی الٰہی لکھی۔ زید بن ثابتؓ (جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حاضر باش خصوصی کاتب وحی تھے) رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

سفراء کرام

صلح حدیبیہ ۶ھ سے واپسی کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجم کے

سربراہ بادشاہوں کے نام خطوط لکھے جن میں اُنھیں اسلام کی دعوت دی گئی، جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ مہر کے بغیر کوئی پیغام قبول نہیں کرتے تو آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی تیار کروائی جس کے نگینہ میں تین سطروں میں اللہ اوپر، بیچ میں رسول اور نیچے محمد کندہ تھا۔

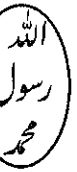

خط لکھ کر اس پر مہر شریف کو ثبت فرما دیا کرتے۔

۷ھ میں چھ حضرات کو مختلف ممالک کے بادشاہوں کے ہاں اپنا سفیر بنا کر پیغام رسالت روانہ فرمایا۔

(۱) پہلے سفیر حضرت عمرو بن اُمیہ الضمری ہیں جنھیں حبشہ کے بادشاہ اصحمہ بن ابجر نجاشی کے ہاں روانہ فرمایا، اصحمہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی تعظیم کی اور اسلام قبول کیا۔ اصحمہؓ کتاب انجیل کے بڑے عالم تھے، کتاب انجیل میں نبی آخر الزماں کی علامتیں لکھی ہوئی تھیں جنھیں تحقیق کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی، جس دن حبشہ میں ان کا انتقال ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی الٰہی سے اس کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے مدینہ منورہ میں ان کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (صحابہ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کے وقت ہمیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اصحمہؓ کا جنازہ ہمارے سامنے ہے) رضی اللہ عنہ

(۲) دوسرے سفیر حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبیؓ ہیں جنھیں خط دے کر روم کے بادشاہ قیصر کے ہاں روانہ فرمایا۔ قیصر روم کا نام ہرقل تھا، خط پڑھ کر اس نے اسلام

قبول کر لینے کا ارادہ کیا لیکن بادشاہت اور قوم کی بغاوت کے اندیشہ سے سکوت و خاموشی اختیار کی۔ (بعض مورخین کی تحقیق ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا)

(۳) تیسرے سفیر حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمیؓ کو ایران کے بادشاہ کسریٰ جس کا نام ابرویز بن ہرمز بن انوشیروان تھا، روانہ فرمایا، اس بے نصیب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ مبارک کو چاک چاک کر دیا اور سفیر رسول کی توہین کی، جب یہ خبر آپ تک پہنچی تو آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے۔ اَللّٰھُمَّ مَزِّقْ مُلْکَہٗ

اے اللہ اس کے ملک وقوم کو چاک چاک کر دے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

(۴) چوتھے سفیر حاطب بن ابی بلتعہؓ کو اسکندریہ (مصر) کے بادشاہ مقوقس جن کا نام جریج بن مینا تھا روانہ فرمایا، اس نیک دل بادشاہ نے سفیر کا اکرام کیا لیکن اسلام قبول نہیں کیا اور واپسی پر سفیر کے ساتھ چند تحفے دیئے کہ یہ ہدایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے جائیں۔ ان ہدایا میں سیدہ ماریہ قبطیہؓ (جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سیدنا ابراہیمؓ پیدا ہوئے ہیں) اور ان کی دو بہنیں سیدہ سیرین، سیدہ قیسری اور ایک جواں سال کنیز اور ہزار مثقال سونا مساوی (چار سیر پچپن تولہ سونا) اور بیس عدد مصری چادریں اور ایک قیمتی خچر جس کو عُفیر کہا جاتا ہے اور ایک عدد اصیل گھوڑا اور کانچ کا قیمتی پیالہ اور اصلی شہد شامل تھا روانہ کئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تحفے پسند آئے اور آپ نے اس میں

برکت کی دعا دی اور ارشاد فرمایا:

ضَنَّ الْخَبِیْثُ بِمُلْکِہٖ وَلَا بَقَاءَ لِمُلْکِہٖ (بے نصیب نے سلطنت کو ترجیح دی حالانکہ اس کے ملک کو دوام نہ تھا) یعنی اسلام قبول نہ کیا۔

(۵) پانچویں سفیر حضرت شجاع بن وہب الاسدیؓ کو شہر بلقاء کے سردار حارث بن ابی شمر الغسانی کے ہاں روانہ فرمایا اور اسلام کی دعوت دی۔

(۶) چھٹے سفیر حضرت سلیط بن عمروؓ کو ہوزہ بن علی یا ہورہ بن علی اور ثمامہ بن اثال الحنفی سرداران قبیلہ کی جانب روانہ فرمایا۔ ہوزہ بن علی نے سفیر کا اکرام کیا لیکن اسلام قبول نہیں کیا البتہ ثمامہ بن اثال بعد میں مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ

(۷) ان چھ سفراء کے علاوہ ماہِ ذوالقعدہ ۸ھ میں حضرت عمرو بن العاص کو امیر الجلندی کے دونوں بیٹوں جیفر اور عبد کی جانب روانہ کیا، دونوں بیٹوں نے تصدیق کی اور مسلمان ہو گئے۔

(۸) آٹھویں سفیر حضرت العلاء بن الحضرمی کو بحرین کے بادشاہ المنذر بن ساوی کے ہاں روانہ فرمایا اور یہ بھی مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ

(۹) نویں سفیر المہاجر بن ابی امیہ المخزومی کو یمن کے بادشاہ الحارث بن عبد کلال الحمیری کے ہاں روانہ فرمایا، اس بادشاہ نے آپ کا پیام پڑھ کر غور کرنے کا وعدہ کیا وبس۔

(۱۰)۔(۱۱) دسویں سفیر حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو

غزوۂ تبوک (۹ھ) سے واپسی کے بعد یمن روانہ فرمایا، یمن کی اکثریت نے ان دونوں کی دعوت وتبلیغ پر اسلام قبول کیا۔

(۱۲) بارہویں سفیر حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ کو ذوالکلاع اور ذوعمرہ کی جانب روانہ فرمایا۔ ان دونوں نے اسلام قبول کرلیا، جن دنوں حضرت جریر بن عبداللہ ان قبائل میں تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوگیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۳) تیرہویں سفیر حضرت عمرو بن اُمیہ الضمریؓ کو ایک خصوصی مکتوب دے کر مسیلمہ (الکذاب) کی جانب روانہ فرمایا، پھر اس کی جانب دوسرا مکتوب حضرت السائب بن العوامؓ کے ذریعہ روانہ فرمایا لیکن مسیلمہ ایمان نہیں لایا۔ اس خبیث نے خلافتِ صدیقیؓ میں اپنی نبوت کا دعویٰ کردیا اور مارا بھی گیا۔ فی النار والسقر

(۱۴) چودہویں سفیر حضرت السائب بن الزبیرؓ کو فروہ بن عمرو الجذامی کی جانب روانہ فرمایا اور اسلام لانے کی دعوت دی۔ فروہ بن عمرو قیصر روم (روم کے بادشاہ) کا گورنر تھا اس نے اسلام قبول کرلیا اور اپنے اسلام لانے کی اطلاع خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور معوذ بن سعد کے ذریعہ آپ کی خدمت میں ہدایا روانہ کئے۔ ایک عدد شہباز نامی خچر جس کو فضہ کہا جاتا تھا، ایک عدد گھوڑا جس کو الٰ نعرف کہا جاتا تھا، ایک عدد حمار جس کا نام یعفور تھا، چند قیمتی کپڑے اور ایک عدد باریک ریشم کی قبا جو سونے کے تاروں سے مزین تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

سب چیزوں کو قبولیت سے نوازا اور ہدایا لانے والے مسعود بن سعد کو ساڑھے بارہ اوقیہ سونا عنایت فرمایا۔

(۱۵) پندرھویں سفیر حضرت عیّاش بن ابی ربیعہؓ المخزومی کو مختلف قبائل کے امراء، الحارث، مسروح، نُعیم اور بنی عبدکلال کے ہاں شہر حمیر روانہ فرمایا۔ ان سب کو اپنی رسالت اور اسلام کی دعوت دی، ان میں اکثر امراء و بادشاہوں نے اسلام قبول کیا جس سے ان کی اپنی قوم بھی داخل اسلام ہوگئی اور اسلام دور نبوت ہی میں دور دراز علاقوں تک پھیل گیا۔

فللّٰہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ

مؤذنین رسول اکرم

عہد نبوت میں حرمین شریفین (مکۃ المکرّمہ، مدینہ منورہ) میں چار مؤذن تھے۔ (۱) حضرت بلال بن ابی رباح جو سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے غلام تھے، یہ اسلام کے پہلے مؤذن ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر مسجد نبوی میں اذان دی ہے۔

دوسرے حضرت عمرو بن اُم مکتوم القرشی العامریؓ (نابینا صحابی)، تیسرے حضرت ابومحذورہؓ اوس بن مغیرا الجمحی (مکۃ المکرّمہ، المتوفی ۵۹ھ)، چوتھے حضرت سعد القرظ بن عائذؓ (حضرت عمار بن یاسرؓ کے غلام) مسجد قبا (مدینہ منورہ) کے

مؤذن تھے۔

اُمراء اور گورنر

باذان بن ساسان بن بلاس الفارسی جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایران کے بادشاہ کسریٰ کی وفات کے بعد یمن پر حاکم مقرر فرمایا، ملک یمن پر اسلام کے یہ پہلے امیر ہیں اور عجمی بادشاہوں میں پہلے بادشاہ ہیں جنھوں نے اسلام قبول کیا۔ پھران کی وفات کے بعدان کے صاحبزادے شہر بن باذان کو یمن (صنعاء) پر حاکم مقرر فرمایا۔ یہ کسی حادثہ میں مقتول ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن سعید کو امیر مقرر فرمایا۔ ان کے علاوہ المہاجر بن ابی اُمیہ المخزومی کو کندہ اور الصدف (یمن کے علاقے) پر امیر نامزد فرمایا لیکن انھیں روانہ کرنے سے پہلے آپ کا انتقال ہوگیا، آپ کی وفات شریفہ کے بعد جب عرب میں ارتداد کا فتنہ[1] اُبل پڑا تو سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے انھیں روانہ فرمایا تھا۔

علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیاد بن اُمیہ الانصاری کو شہر حضرموت (یمن) پر حاکم مقرر فرمایا اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ کو زبید، عدن، زمع اور الساحل شہروں پر امیر مقرر کیا اور حضرت معاذ بن جبل ؓ کو "الجند" (یمن کا

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ کے بعد مدینہ منورہ کے اطراف واکناف کے منافقین نے اسلام کے خلاف بغاوت اور شورش پیدا کردی تھی۔

شہر) اور حضرت ابوسفیان صخر بن حرب کو شہر نجران[1] کا اور حضرت عتاب بن اسید ؓ کو مکہ المکرمہ کا امیر مقرر فرمایا۔ اس وقت حضرت عتاب کی عمر بیس ۲۰ سال تھی۔

حضرت علی بن ابی طالب کو الاخماس (یمن) پر قاضی مقرر فرمایا اور حضرت عمرو بن العاص ؓ کو شہر عمان کا امیر مقرر فرمایا، سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کو ۹ھ میں امیر الحج بنا کر صحابہ کی ایک بڑی تعداد کو مکۃ المکرمہ روانہ فرمایا، اسی سال سیدنا علی ؓ کو خانہ کعبہ میں سورہ برأت کی علی الاعلان تلاوت کرنے کیلئے روانہ فرمایا۔[2] ان کے علاوہ کثیر صحابہ کو صدقات وزکوٰۃ کی وصولی کا ذمہ دار بنا کر قبائل میں روانہ فرمایا۔ رضی اللہ عنہم

محافظینِ رسول

(۱) نبوت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں میں عمرو بن عبسہ السلمی ہیں جو آپ ؐ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

(۲) غزوہ بدر ۲ھ میں جب کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں آرام فرما رہے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ ؓ نے پہرہ دیا تھا۔

(۳) غزوۂ احد ۳ھ میں حضرت محمد بن مسلمہ ؓ نے آپ کی نگرانی کی خدمت انجام دی ہے۔

[1] اور ابوسفیان کے بیٹے زید بن ابی سفیان کو شہر تیماء کا والی مقرر فرمایا۔

[2] اس سورت میں مشرکین کیلئے چند اعلانات تھے جن سے صلح صفائی کی گئی تھی۔

(۴) غزوہ خندق شوال ۵ھ میں حضرت زبیر بن العوامؓ نے آپ کی نگرانی کا فریضہ انجام دیا۔

(۵) حضرت قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطور امیر الشرطہ (پولیس آفیسر) تھے۔

(۶) صلح حدیبیہ (۶ھ) کے دن حضرت مغیرہ بن شعبہؓ ہر وقت آپ کے سرہانے برہنہ شمشیر لئے کھڑے رہے۔

(۷) سیدنا بلال الحبشیؓ مسجد نبوی میں اذان و اقامت کی خدمت کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو ضروریات کے منتظم تھے، ازواج نبی کے خورد ونوش اور مہمانوں کی ضیافت کا انتظام کیا کرتے تھے۔

(۸) حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ الوسیؓ خاتم نبوی (انگوٹھی رسول) کے محافظ تھے۔

(۹) اسی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت رباح الاسودؓ اور حضرت آنسہؓ بھی اس خدمت پر مامور تھے، ان حضرات کے علاوہ آپ کے محافظین میں حضرت عباد بن بشیرؓ بھی شامل ہیں۔

جب قرآن حکیم کی آیت وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ الایۃ (مائدہ آیت ۶۷) (اور اللہ خود آپ کی حفاظت فرمائے گا) نازل ہوئی تو آپ کی حفاظت ونگرانی کا کام اٹھا دیا گیا۔

(۱۰) عہد نبوت میں سیدنا علیؓ اور سیدنا زبیر بن العوامؓ اور سیدنا مقداد بن عمروؓ اور

حضرت محمد بن مسلمہؓ اور حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الاقلحؓ اور حضرت ضحاک بن سفیان الکلابیؓ مجرموں کی گردن زدنی کیلئے نامزد تھے۔

رضی اللہ عنہم۔

دربار نبوی کے شاعر

تین اصحاب رسول (۱) حضرت وہب بن مالک اسلمیؓ، (۲) حضرت عبداللہ بن رواحہؓ (۳) حضرت حسان بن ثابتؓ دور نبوت میں اسلامی شعراء شمار کئے جاتے تھے، یہ حضرات لسانی جہاد کے مجاہد تھے، اسلام اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتذلیل کرنے والے مشرک شاعروں کا شاعری میں جواب دیا کرتے تھے۔ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انھیں جواب دینے کی ہدایت فرمائی ہے اور ان کے لیے دعائے خیر بھی کی ہے۔

خطباء نبوی

عہد نبوت میں عام طور پر حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ کو خطیب رسول اللہ کہا جاتا تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی واعظ وخطیب تھے جو مختلف قبائل میں وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے۔ رضی اللہ عنہم

فارس نبوی

حضرت ابوقتادہ الانصاریؓ نبی کے شہسوار کے لقب سے ممتاز تھے، کسی بھی ضروری و موقتی مہم میں انھیں روانہ کر دیا تھا اور یہ بہت عمدگی سے مہم سر کر لیتے تھے۔

نبوی ہتھیار اور سامانِ حرب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمشیروں کی تعداد نو (۹) عدد بیان کی گئی ہے جن کے عربی نام یہ ہیں۔

(۱) ماثور (یہ آپ کی پہلی تلوار ہے جو اپنے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے ورثہ میں آپ کو ملی ہے) (۲) العصب (۳) ذُوالفقار (یہ تلوار ہمیشہ آپ کے پاس رہا کرتی تھی) یہی تلوار فتح مکہ میں آپ کے ساتھ تھی، اس کا قبضہ، دستہ، حلقہ وغیرہ سب چاندی کا تھا، (۴) القلعی، (۵) البتار (۶) الحتف (۷) الرسوب (۸) الخذم (۹) القضیب (نہایۃ ابن اثیر)

اسی طرح آپ کے ہاں سات عدد درع (جنگی لباس) تھے جن کے عربی نام یہ ہیں۔ (۱) ذات الفضول (وفات طیبہ کے قریبی زمانے میں یہی درع ابو الشحم یہودی کے ہاں اپنے اہل خانہ کی معاشی ضرورتوں کے تحت ایک سال کے لیے رہن تھی)، (۲) ذات الرشاح، (۳) ذات الحواشی (۴) السعدیہ (اس درع کے

بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ یہ درع سیدنا داؤد علیہ السلام نے اس وقت زیب تن کیا تھا جبکہ انھوں نے ایک معرکۂ جہاد میں جالوت نامی ظالم حکمران کو قتل کیا ہے (تفصیل کیلئے ہدایت کے چراغ جلد نمبر ا ص ۶۱۰ دیکھئے) (۵) فضہ (۶) البتراء (۷) الخرنق۔ یہ جملہ سات عدد جنگی لباس کے نام ہیں جو آپ معرکۂ جہاد میں استعمال کیا کرتے تھے۔

اسی طرح آپ کی چھ عدد قین (تیر کمانیں) تھیں جن کے عربی نام یہ ہیں۔ (۱) الزورا (۲) الروحا (۳) الصفراء (۴) البیضاء (۵) السداد (۶) الکتوم (جو غزوہ اُحد میں ٹوٹ گئی تھی اس کو قتادہ بن النعمان الظفری نے اٹھالیا تھا) آپ کا ایک جعبہ (تیر کش) بھی تھا جس کو الکافور کہا جاتا تھا۔

اسی طرح ایک منطقہ (چمڑے کا کمر پٹکا) بھی تھا جس میں چاندی کے تین حلقے تھے، آپ کے جنگی ڈھال کی تعداد تین عدد بیان کی جاتی ہے۔

پہلی کا نام (۱) الزلوق تھا (۲) دوسری کا نام الفتق اور (۳) تیسری ڈھال جو آپ کو ہدیہ میں ملی تھی اس پر عقاب پرندے کا چھوٹا مجسمہ تھا جونہی آپ نے اس پر اپنا دست مبارک رکھا وہ مجسمہ غائب ہو گیا۔ (لا الہ الا اللہ)

آپ کے ہاں پانچ نیزے تھے ان میں ایک کا نام المثوی اور دوسرے کا نام المثنی تھا۔

ایک حربہ (چھوٹی تلوار) جس کو النبعہ کہا جاتا تھا اور ایک دوسرا بڑا حربہ تھا

جس کو البیضاء کہا جاتا تھا، ایک اور چھوٹا حربہ خمدار جس کو العنزہ کہا جاتا تھا، آپ نے کبھی اس کو اپنے دست مبارک میں رکھا۔ اسی کو عیدوں کے موقع پر آپ اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔

آپ کی جنگی ٹوپی لوہے کی تھی جس کو المِوشح کہا جاتا تھا۔ ایک اور جنگی ٹوپی تھی جس کو المتبوغ یا دوالسبوغ کہا جاتا تھا۔

آپ کے تین عدد جبّے بھی تھے جو جنگ کے وقت زیب تن کئے جاتے تھے۔ ان میں ایک جبہ سبز ریشم کا تھا۔

ایک سیاہ رنگ پرچم بھی تھا جس کو العقاب کہا جاتا تھا اور دیگر الویہ (پرچم) سفید بھی تھے اور کبھی اس میں زرد (رنگ بھی ہوا کرتا تھا)۔

ایک لواء بڑا مٹیالا پرچم تھا اور اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

آپ کا ایک خیمہ تھا جس کو الکن کہا جاتا تھا اور ایک خمدار چھوٹی لکڑی جو ایک ہاتھ یا اس سے کچھ زائد لمبی تھی جو چلتے وقت یا سوار ہوتے وقت دست مبارک میں رہا کرتی تھی۔

ایک عدد محضرہ (کمر کو سہارا دینے والی لکڑی) جس کو العرجون کہا جاتا تھا۔ ایک قضیب (چھڑی) تھی جس کو الممشوق کہا جاتا تھا۔ قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں کہ یہ آپ کی شمشیر کا نام ہے، پھر یہ شمشیر یا چھڑی خلفاء اسلام کے ہاں وراثۃً رہی ہے۔

ایک لکڑی کا دستہ تھا جس کا ذکر حدیث الکوثر میں بھی آیا ہے۔ آپ اس دستے سے حوض کوثر پر ان بدعتیوں (اہل بدعت) کو دھکا دیتے رہیں گے جو آب کوثر پینے کے لیے آئیں گے۔

آپ کا ایک پیالہ ریان نامی اور دوسرا مغینہ نامی اور تیسرا ایک پیالہ جو چاندی کے تین تار سے مزین تھا اور ایک حلقہ تھا جس میں پیالہ لٹکایا جاتا تھا۔

ایک کانچ کا پیالہ بھی تھا اور ایک لکڑی کا پیالہ جو آپ کے تخت کے نیچے رہا کرتا، رات میں ضرورت کے وقت اس میں استنجاء کیا کرے تھے اور ایک پتھر کا برتن تھا جس کو المخضب کہا جاتا تھا، اس سے آپ وضو کیا کرتے تھے ایسے ہی ایک اور برتن تھا جس میں مہندی رکھی جاتی تھی۔

ایک مشکیزہ تھا جس کو الصادرہ کہا جاتا تھا اور ایک قعب (چھوٹا پیالا) جس کو السعہ کہا جاتا تھا اور ایک پیتل کا برتن تھا جس سے غسل کیا کرتے تھے اور ایک تیل کا برتن تھا۔

ایک اسکندرانی عطردان تھا جس کو شاہ مقوقس (مصری بادشاہ) نے سیدہ ماریہ قبطیہؓ کے ہمراہ تحفہ میں پیش کیا تھا اس میں ایک قیمتی آئینہ بھی تھا کبھی کبھی آپ اس میں نظر ڈالا کرتے تھے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

اور ایک ہاتھی دانت کنگھی بھی تھی اور سرمہ دانی بھی جس سے آپ سوتے

وقت ہر آنکھ میں تین تین سلائی اِثمد کا سرمہ لگایا کرتے تھے۔ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ داہنی آنکھ میں تین مرتبہ اور بائیں آنکھ میں دو۲ مرتبہ سرمہ لگایا کرتے تھے۔

آپ کے ہاں چھوٹا عطاری ڈبہ بھی تھا جس میں قینچی اور مسواک رکھی جاتی تھی اور ایک بہت بڑا پیالہ تھا جس کو الغراء کہا جاتا تھا اس کے چار حلقے تھے جس کو چار آدمی اٹھایا کرتے تھے۔

اور ایک پیمانہ بھی تھا جس سے صدقہ الفطر کی مقدار ادا کی جاتی تھی اور دو پیمانے مُد اور قطیفہ نامی تھے۔

ایک چارپائی (تخت) بھی تھا جس کے پیر ہاتھی دانت کے تھے، اس کو ایک قبیلہ کے سردار اسعد بن زرارہ نے ہدیہ میں پیش کیا تھا۔

اور ایک چمڑے کا بستر تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے آپ کے بستر کے بارے میں پوچھا گیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک کس قسم کا تھا؟ فرمایا، کہ جانور کے بالوں کی موٹی چادر تھی جس کو دوہرا کر کے بچھا دیا جاتا تھا اسی پر آپ آرام فرمایا کرتے تھے۔

لباس پاک

آپ کا ایک عمامہ (شملہ) جس کو السحاب کہا جاتا تھا اس کے نیچے ٹوپی زیب تن فرمایا کرتے تھے جو سر مبارک سے چپکی ہوئی رہا کرتی تھی۔آپ کی عادت شریفہ

بغیر عمامہ صرف ٹوپی پہننے کی بھی تھی، ایسے ہی بغیر ٹوپی صرف عمامہ باندھنے کی بھی تھی، آپ سفید ٹوپی استعمال کیا کرتے تھے۔

جب آپ عمامہ زیب تن فرمایا کرتے تو اس کا کچھ حصہ دونوں شانوں کے درمیان لٹکایا کرتے اور عمامے کو سر پر لپیٹ لیا کرتے تھے اور پیچھے کی طرف آخری حصہ کو ٹوپ دیا کرتے تھے۔فتح مکہ کے دن آپ کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا، اسی حالت میں آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔

مؤرخ واقدی نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک چادر یمنی تھی جس کی لمبائی چھ ہاتھ اور چوڑائی تین ہاتھ ایک بالشت تھی۔

آپ کا اِزار (تہبند) عمانی تھا (شہر عمان کا) جس کی لمبائی چار ہاتھ ایک بالشت اور چوڑائی دو ہاتھ ایک بالشت تھی۔آپ اس کو جمعہ اور عیدین کے موقع پر زیب تن کیا کرتے پھر اس کو لپیٹ کر رکھ دیا جاتا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین کے موقع پر سرخ دھاری والی چادر زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

آپ کی دو چادریں سبز رنگ کی تھیں اور ایک سیاہ رنگ کی چادر اور ایک سرخ دھاری والی گاڑھی چادر اور ایک جانوروں کے بالوں کی چادر تھی اور آپ کا ایک قمیص سوتی کپڑے کا کم لمبا اور پنجے سے کچھ کم آستین والا تھا۔

لباس میں آپ کو قمیص اور ہلکی سرخ دھاری دار پسند تھی۔آپ کپڑوں

میں سفید رنگ کو زیادہ پسند فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے ایک وقت تنگ آستین والا شامی جبہ زیب تن کیا تھا اور ایک وقت قبا زیب تن فرمایا اور آپ اپنے تہبند کو کچھ آگے جھکا دیا کرتے تھے اور پیچھے سے کچھ اوپر اٹھایا کرتے تھے۔

اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے ایک پیوند شدہ چادر (کساءِ ملبداً) اور ایک دبیز کپڑے والا اِزار (تہبند) صحابہ کو دکھلایا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات شریفہ کے وقت ان دو کپڑوں میں ملبوس تھے۔

(صلی اللہ علیہ وسلم) (بخاری، مسلم، ترمذی باب اللباس)

ابن فارس کہتے ہیں کہ یہ بات عام تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات طیبہ کے وقت حسب ذیل کپڑے چھوڑے ہیں۔

دو چادریں، ایک عمانی تہبند، دو ہلکے سرخ دھاری والے کپڑے، ایک سحولی قمیص، ایک صحاری قمیص (یہ دونوں یمنی شہر کے نام ہیں)، ایک عدد یمنی جبہ، ایک کم لمبی قمیص، ایک سفید چادر، تین چار عدد سر کی چھوٹی ٹوپیاں اور ایک عدد اِزار جس کی لمبائی پانچ بالشت تھی اور ایک زرد رنگ کی لحاف۔ (ملحفہ)

خاتم نبوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی پھر اس کو اُتار دیا اور صحابہ کو سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا، اس کے بعد چاندی کی ایک انگوٹھی

بنوائی جس کے نگینہ میں ''محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا، اسی انگوٹھی سے آپ کی وفات شریفہ کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ وسیدنا عمر فاروقؓ وسیدنا عثمان غنیؓ اپنی عہد خلافت میں مہر لگایا کرتے تھے۔ پھر یہ انگوٹھی سیدنا عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں (مسجد قبا) کے قریب اریس نامی کنویں میں گر گئی، کافی تلاش کے باوجود مل نہ سکی۔ (بخاری مسلم)

حضرت معیقیب اس کے محافظ تھے انہی کے ہاتھ سے کنویں میں گری، ایک اور خمدار لوہے کی انگوٹھی بھی تھی جس کے نگینے پر ''محمد رسول اللہ'' کا نقش تھا، بعض محدثین کہتے ہیں کہ یہ انگوٹھی چاندی کی تھی جس کا نگینہ حبشی تھا، حضرت معاذ بن جبلؓ نے یمن سے آپ کی خدمت میں روانہ کیا تھا، عموماً آپ اپنی داہنی چھوٹی انگلی میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے اور کبھی بائیں انگلی میں، انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی جانب ہوا کرتا تھا۔ (مسلم، ترمذی) اور جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو انگوٹھی اُتار دیا کرتے تھے۔ (نسائی، ابوداؤد، ترمذی، شمائل)

آپ نے سیدنا علیؓ کو درمیانی اور شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔ ایک شخص آپ کی خدمت اقدس میں آیا اس کی انگلی میں لوہے کی انگوٹھی تھی، آپ نے ارشاد فرمایا میں تجھ پر اہل جہنم کا زیور دیکھ رہا ہوں، پھر جب وہ شخص دوبارہ آپ کی خدمت میں آیا تو اس کی انگلی میں پیتل کی انگوٹھی تھی، آپ نے ارشاد فرمایا، تجھ سے بتوں کی بدبو آ رہی ہے پھر جب تیسری مرتبہ آیا تو اس کے ہاتھ میں

سونے کی انگوٹھی تھی، آپ نے فرمایا یہ تو اہل جنت کا زیور ہے اس کو اُتار دو۔
(مردوں کو سونے کی انگوٹھی پہننا منع ہے)

اس شخص نے کہا پھر میں کس دھات کی انگوٹھی بنالوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا چاندی کی لیکن وہ ایک مثقال سے زیادہ وزنی نہ ہو۔ (ایک مثقال مساوی ساڑھے چار ماشہ) مسند احمد۔

نعلین شریفین

حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نجاشی نے آپ کی خدمت میں دو عدد سیاہ رنگ کے سادے خفین (موزے) ہدیۃً پیش کئے تھے (چمڑے کے وہ جوتے جن پر وضو یا غسل میں بجائے پیر دھونے کے مسح کیا جاتا ہے) آپ نے انھیں زیب پا کیا اور وضو کے وقت ان پر مسح کیا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

اس کے علاوہ اور چند عدد موزے بھی تھے جو آپ کو فتح خیبر میں ملے تھے۔

آپ کے ہاں بغیر بالوں والا چمڑے کا جوتا تھا جس میں دو ہیرا تسمہ تھا۔[1] (ترمذی، احمد)

[1] امام طبرانی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ جنگل میں موزہ پہنا اور دوسرا پہننے کا ارادہ فرمارہے تھے کہ ایک کوے نے جھپٹ کر موزہ اُٹھالیا اور اوپر جا کر پھینک دیا اس میں ایک چھوٹا سانپ گھسا ہوا تھا جو اس گرنے کی چوٹ سے باہر نکلا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر ایک عام قانون بیان فرمایا کہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے جب موزے (یا جوتے) پہننے کا ارادہ کرے پہلے اس کو جھاڑ لیا جائے۔ (خصائل نبوی شرح شمائل نبوی)

زمانہ قدیم کے ملک عرب میں ایسا جوتا نہیں ہوا کرتا تھا جیسا کہ موجودہ زمانے میں پایا جاتا ہے۔ چمڑے کی ایک چپٹی پر دو تسمہ ہوتے تھے یعنی ہر ہر تسمہ میں دو دو تسمے ہوا کرتے تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی کتاب ''زادالسعید'' سے اس نعلین مبارک کا نقشہ آخر صفحہ پر نقل کیا گیا ہے۔ تفصیل مذکورہ کتاب میں دیکھی جائے۔

آپ کی سواریاں

گھوڑوں میں السَّکْب نامی گھوڑا تھا جس کو الضرس کہا جاتا تھا، آپؐ نے اس کو ایک دیہاتی سے دس اوقیہ چاندی (مساوی چار سو درہم) میں خریدا، یہ آپؐ کی پہلی سواری تھی جس کے آپؐ مالک ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ چھ گھوڑے اور تھے جن کے عربی نام یہ ہیں۔

(۱) السمرتجز جو طاقتور اور تیز رو گھوڑا تھا (۲) اَللُحیف (۳) اللَّزاز (۴) الظرب (۵) سبحہ (۶) الورد۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ان کے علاوہ مزید پندرہ گھوڑے تھے۔

گھوڑوں کی زین کے دونوں جانب میں کھجور کی چھال بھری ہوا کرتی تھی۔

آپؐ کے ہاں سواری کے لئے خچر بھی تھے ایک خچر کا نام دلدل تھا جس کو شاہِ مقوقس (مصری) نے تحفہ میں پیش کیا تھا، قوی تر مؤنث خچر تھا۔

دوسرا خچر فروۃ الجذامی (قبیلہ کا سردار) نے آپ کی خدمت میں پیش کیا اور تیسرا خچر دومۃ الجندل کے سردار نے بھی پیش کیا ہے۔

یہ بات بھی نقل کی جاتی ہے کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آپؐ کی خدمت اقدس میں جو خچر پیش کئے تھے آپؐ اس پر اکثر سوار ہوا کرتے تھے۔ آپؐ کے ہاں سواری کے لئے دراز گوش (خچر) بھی تھے ان میں ایک کا نام عفیر تھا یہ طاقتور

سونے کی انگوٹھی تھی، آپ نے فرمایا یہ تو اہل جنت کا زیور ہے اس کو اُتار دو۔ (مردوں کو سونے کی انگوٹھی پہننا منع ہے)

اس شخص نے کہا پھر میں کس دھات کی انگوٹھی بنالوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا چاندی کی لیکن وہ ایک مثقال سے زیادہ وزنی نہ ہو۔ (ایک مثقال مساوی ساڑھے چار ماشہ) مسند احمد۔

نعلین شریفین

حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نجاشی نے آپ کی خدمت میں دو عدد سیاہ رنگ کے سادے خفین (موزے) ہدیۃً پیش کئے تھے (چمڑے کے وہ جوتے جن پر وضو یا غسل میں بجائے پیر دھونے کے مسح کیا جاتا ہے) آپ نے انھیں زیب پا کیا اور وضو کے وقت ان پر مسح کیا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

اس کے علاوہ اور چند عدد موزے بھی تھے جو آپ کو فتح خیبر میں ملے تھے۔

آپ کے ہاں بغیر بالوں والا چمڑے کا جوتا تھا جس میں دو ہیرا تسمہ تھا۔[1] (ترمذی، احمد)

[1] امام طبرانی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ جنگل میں موزہ پہنا اور دوسرا پہننے کا ارادہ فرمارہے تھے کہ ایک کوے نے جھپٹ کر موزہ اُٹھالیا اور اوپر جا کر پھینک دیا اس میں ایک چھوٹا سانپ گھسا ہوا تھا جو اس گرنے کی چوٹ سے باہر نکلا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر ایک عام قانون بیان فرمایا کہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے جب موزے (یا جوتے) پہننے کا ارادہ کرے پہلے اس کو جھاڑ لیا جائے۔ (خصائل نبوی شرح شمائل نبوی)

زمانہ قدیم کے ملک عرب میں ایسا جوتا نہیں ہوا کرتا تھا جیسا کہ موجودہ زمانے میں پایا جاتا ہے۔ چمڑے کی ایک چپٹی پر دو تسمہ ہوتے تھے یعنی ہر ہر تسمہ میں دو دو تسے ہوا کرتے تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی کتاب ''زادالسعید'' سے اس نعلین مبارک کا نقشہ آخر صفحہ پر نقل کیا گیا ہے۔ تفصیل مذکورہ کتاب میں دیکھی جائے۔

آپ کی سواریاں

گھوڑوں میں السَّکْبُ نامی گھوڑا تھا جس کو الضرس کہا جاتا تھا، آپؐ نے اس کو ایک دیہاتی سے دس اوقیہ چاندی (مساوی چار سو درہم) میں خریدا، یہ آپؐ کی پہلی سواری تھی جس کے آپؐ مالک ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ چھ گھوڑے اور تھے جن کے عربی نام یہ ہیں۔

(۱) المرتجز جو طاقتور اور تیز رو گھوڑا تھا (۲) اَللُحیف (۳) اللِّزاز (۴) الظرب (۵) سبحہ (۶) الورد۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ان کے علاوہ مزید پندرہ گھوڑے تھے۔

گھوڑوں کی زین کے دونوں جانب میں کھجور کی چھال بھری ہوا کرتی تھی۔

آپؐ کے ہاں سواری کے لئے خچر بھی تھے ایک خچر کا نام دلدل تھا جس کو شاہِ مقوقس (مصری) نے تحفہ میں پیش کیا تھا، قوی تر مؤنث خچر تھا۔

دوسرا خچر فروۃ الجذامی (قبیلہ کا سردار) نے آپ کی خدمت میں پیش کیا اور تیسرا خچر دومۃ الجندل کے سردار نے بھی پیش کیا ہے۔

یہ بات بھی نقل کی جاتی ہے کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آپؐ کی خدمت اقدس میں جو خچر پیش کئے تھے آپؐ اس پر اکثر سوار ہوا کرتے تھے۔ آپؐ کے ہاں سواری کے لئے دراز گوش (خچر) بھی تھے ان میں ایک کا نام عفیر تھا یہ طاقتور

جانور تھا اس کو شاہِ مقوقس (مصری) نے تحفہ میں پیش کیا تھا۔ ایک اور سواری کے لئے دراز گوش تھا جس کا نام یعفور تھا۔ فروہ الجذامی (سردار قبیلہ) نے آپؐ کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ عہد قدیم میں خچر بار برداری کے اہم ذرائع شمار کئے جاتے تھے۔

روایات میں ہے جب یہودیوں کا مشہور زمانہ قلعہ خیبر فتح ہوا تو مال غنیمت میں ایک سیاہ رنگ کا دراز گوش خچر آپؐ کو ملا جس پر آپؐ نے سواری بھی کی ہے، اسی جانور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ گر پڑے تھے جس سے آپؐ زخمی بھی ہو گئے۔[1]

حضرت سعد بن عبادہؓ نے بھی آپؐ کی خدمت اقدس میں ایک دراز گوش خچر پیش کیا تھا جس پر آپ سوار ہوا کرتے تھے۔

آپ کے جانوروں میں تین اونٹ کے نام یہ ملتے ہیں۔

(۱) القصواء، اسی اونٹ پر آپؐ نے سوار ہو کر مکۃ المکرّمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی ہے۔ (۲) العضباء (۳) اَلْجدعاء، العضباء تیز رفتار اونٹنی تھی دوڑ میں سب اونٹوں سے آگے ہو جایا کرتی تھی۔ صحابہ کرام کو اس کی تیز رفتاری پر فخر تھا، ایک دفعہ ایک کمسن اونٹ کے مقابلہ میں پیچھے رہ گئی، صحابہ کرام کو اس کی شکست پر صدمہ

[1] عہد قدیم میں سواری کے لئے عموماً یہی جانور استعمال کئے جاتے تھے۔ ان جانوروں کی نسل بھی اعلیٰ سے اعلیٰ تر ہوا کرتی تھی اور یہ اُس دور میں زندگی کا قیمتی اثاثہ شمار کیا جاتا تھا۔ قدیم باشندوں پر قرآن حکیم نے ان جانوروں کو اپنے خصوصی انعامات شمار کیا ہے۔ (انعام آیت ۱۴۲)

ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی ہار گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا اللہ کی سنت یہی ہے کہ جو سر اُٹھاتا ہے اس کو گرا دیا جاتا ہے۔ (بخاری)

ایک اور اونٹ تھا جس کو الشعلبؔ کہا جاتا تھا، صلح حدیبیہ کے موقع پر کافروں نے اس کو ذبح کر دیا تھا، آپ کے ہاں پینتالیس (۴۵) دودھ دینے والی اونٹنیاں بھی تھیں اور ایک اعلیٰ نسل کی اونٹنی بھی جو دوڑ میں گھوڑوں سے بھی آگے ہو جایا کرتی تھی جس کا نام مہرّ یہ تھا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے قبیلہ بنو عقیل کے جانوروں میں سے انتخاب کر کے آپؐ کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔

جانوروں میں سو عدد بکریاں بھی تھیں۔ آپؐ اس تعداد سے زائد رکھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ جب ان میں ایک آدھ کا اضافہ ہو جاتا تو کسی ایک بکری کو ذبح کر دیتے تاکہ سو کی تعداد برقرار رہے۔ ایک بکری کا نام غوشہ یا غیثہ تھا اور دوسری کا نام قمر۔

جانوروں میں ایک سفید رنگ کا مرغ بھی تھا۔ سات عدد اَعنز (دودھ پلانے والی بکریاں) بھی تھیں ان میں ایک کا نام الیمنؔ تھا، ان جانوروں کی نگہداشت حضرت اُم ایمن کیا کرتی تھیں، یہ کنیز خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ (انّا) تھیں جو آپؐ کے والد حضرت عبداللہ کے ترکہ سے آپؐ کے حصہ میں آئی تھی۔

پھر آپؐ نے ان کا نکاح اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ سے کر دیا تھا انہی

کے بطن سے حضرت اُسامہ پیدا ہوئے ہیں جو محبوب نبی کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ مبارک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات طیبہ تک زندہ رہی ہیں۔ آپؐ ان کو اپنی ماں کہہ کر پکارا کرتے تھے اور جب انھیں دیکھتے تو فرمایا کرتے اب یہی میرے خاندان کی یادگار رہ گئی ہیں۔ (مسلم)

اس کتاب کے صفحہ ۴۳ کا حاشیہ ایک بار پڑھ لیں۔

(طبقات ابن سعد ج۔ص ۴۹۵، تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۷۶)

ایک تبصرہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو ساز وسامان اور جانوروں کی مذکورہ تفصیلات پر علامہ شبلی نعمانیؒ اپنی مشہور زمانہ کتاب سیرت النبی ج:۲،ص:۱۷۵ پر یہ تبصرہ کرتے ہیں۔

مؤرخین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو ساز وسامان اور جانوروں وغیرہ کی جو تفصیلات لکھی ہیں اس سے ایک خالی الذہن انسان کو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی ایک والی سلطنت یا رئیس قبیلہ جیسی تھی پھر لکھتے ہیں:

مؤرخ طبری نے ان تمام اشیاء و جانوروں کے نام اور حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ لیکن جب تفتیش کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر روایتیں ہیں وہ سب بلا استثناء مؤرخ واقدی سے منقول ہیں اور اگر وہ قابل اعتبار ہوتے تو حقیقت میں نہایت دلچسپ تھے لیکن اس قسم کی روایات کا سلسلۂ سند مؤرخ واقدی سے آگے نہیں بڑھتا۔

(مطلب یہ کہ واقدی کی حیثیت اہل علم کے ہاں ایک تاریخی طالب علم سے زائد نہیں، لہذا یہ تفصیلات کچھ زیادہ معتبر نہیں ہیں)۔

راقم الحروف کا یہ احساس ہے کہ علامہ شبلی کا یہ تبصرہ ایک ذہنی وفکری اشتباہ سے زائد نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں جہاں فقر وفاقہ اور قلت مال ومنال کے بے شمار واقعات ملتے ہیں وہاں مال وزر، حشم و خدم کے بھی واقعات ملتے ہیں۔ صرف ایک غزوہ حنین یا غزوۂ خیبر کے مالِ غنیمت کی تفصیل کتب احادیث میں حیرت انگیز طریقہ پر مطالعہ کی جاسکتی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات طیبہ کے وقت کچھ بھی نہ

وفاتِ پاک

ماہ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ماہ مئی ۶۳۲ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول اُم المومنین سیدہ میمونہؓ کے مکان میں تشریف فرما تھے کہ آپؐ نے سر مبارک میں درد کی شکایت کی۔ یہ ماہِ صفر ۱۱ھ کے آخری عشرہ کا واقعہ ہے۔ پھر یہی درد اُم المومنین سیدہ زینبؓ بنت جحش کے حجرے میں محسوس فرمایا۔ آخر درد مسلسل رہنے لگا اور شدت اختیار کرتا گیا۔ تقریباً پانچ یوم اسی حالت میں گزارے۔ پھر آپ نے اپنی ازواج طاہرات سے یہ خواہش ظاہر کی کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں قیام کی اجازت دیں (یہ اس

(حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ)

چھوڑا ہے جیسا کہ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور دیگر ازواج مطہرات بیان کرتی ہیں۔

مَاتَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ دِیناراً وَلا دِرْهماً وَلا بعیراً وَلا شاةً. (ابوداؤد)

(ترجمہ) : وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دینار چھوڑے نہ درہم نہ اونٹ نہ بکری۔

مؤرخ واقدی ہوں یا مؤرخ طبری ہوں یا طبقات ابن سعد ان میں سے کوئی مؤرخ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے مذکورہ بالا ساز وسامان کی تفصیل کو ذخیرہ کردہ سامان کی حیثیت نہیں دیتا جو بیت النبیؐ کی زیب وزینت رہی ہوں بلکہ حسب ضرورت ونقاضہ آپؐ نے مذکورہ ساز وسامان اختیار فرمایا پھر وہ تقسیم ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ آخری وقت کاشانۂ نبوت ایسے ہی تھا جس کی تفصیل اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور اُم المومنین سیدہ جویریہؓ نے بیان کی ہیں کہ آپؐ نے اپنی وفات شریف کے وقت خالی گھر چھوڑا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

لئے بھی کہ حجرۂ عائشہؓ مسجد نبوی سے متصل تھا) ازواج نے نہایت خوشدلی سے آپؐ کی خواہش کو پسند کیا، آپؐ نے حجرۂ عائشہؓ میں اپنا مستقل قیام اختیار فرمالیا، مرض میں اُتار چڑھاؤ ہوتا رہا۔ آٹھ یوم حجرۂ عائشہؓ میں مقیم رہے۔ اس طرح علالت کے جملہ تیرہ ۱۳ دن گزر گئے، دردسر سے اس قدر ضعف ہوگیا تھا کہ چلا نہیں جاتا تھا جب تک قوت رہی آپؐ مسجد میں نماز پڑھانے کے لئے تشریف لاتے رہے سب سے آخری نماز جو آپؐ نے مسجد نبوی میں پڑھائی وہ مغرب کی نماز تھی اس نماز میں سورۂ مُرسلات (پارہ ۲۹) کی قرأت فرمائی۔ عشاء کا وقت آیا تو دریافت فرمایا کیا نماز ہوچکی؟ صحابہؓ نے عرض کیا سب کو آنجناب کا انتظار ہے، آپؐ نے لگن میں پانی بھروا کر غسل کیا پھر اُٹھنا چاہا تو غشی آگئی، جب سکون ہوا تو فرمایا کیا نماز ہوچکی؟ صحابہؓ نے وہی جواب دیا۔ آپؐ نے پھر غسل فرمایا اور اُٹھنا چاہا تو پھر غشی آگئی۔ اسی طرح تین مرتبہ ایسے ہی ہوا، آخری بار جب افاقہ ہوا تو ارشاد فرمایا ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھادیں۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے نماز پڑھادی، یہ سلسلہ تین دن تک رہا، شبِ جمعہ کی نماز عشاء سے دوشنبہ یوم وفات کی فجر تک جملہ سترہ نمازیں سیدنا ابوبکرؓ نے پڑھائی۔ (بخاری ومسلم کتاب الصلوٰۃ)

وفات طیبہ سے پانچ یوم قبل جمعرات کے دن ظہر کی نماز کے بعد آپؐ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جو آپؐ کی حیات پاک کا آخری خطبہ تھا۔

حمد وصلاۃ کے بعد فرمایا:

اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ خواہ وہ دنیا کی نعمتوں کو قبول کرے یا اللہ کے حضور (آخرت) میں جو کچھ ہے اس کو اختیار کرے لیکن اس بندے نے آخرت ہی کو قبول کرلیا۔

یہ سنتے ہی ابوبکر صدیقؓ اچانک رو پڑے، صحابہؓ نے ان کی طرف تعجب سے دیکھا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندے کا واقعہ بیان فرمارہے ہیں اور یہ رونے کی کیا بات ہے؟ بعد میں صحابہؓ کو معلوم ہوا کہ وہ بندہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ (وَکَانَ ابوبکرؓ اَعْلَمُنَا) ابوبکرؓ ہم صحابہ میں سب سے بڑے عالم تھے۔

اسی خطبہ میں آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا، دیکھو! تم سے پہلی قوموں نے اپنے رسولوں اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔ خبردار تم ایسا نہ کرنا میں تمہیں منع کرکے جارہا ہوں۔ (بخاری ومسلم) (قبروں پر سجدہ نہ کرنا)

انہی کرب و بے قراری کے ایام میں یاد آیا کہ سیدہ عائشہؓ کے ہاں چند اشرفیاں رکھوائی تھیں۔ دریافت فرمایا عائشہ! وہ اشرفیاں کہاں ہیں؟ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ سے بدگمان ہوکر ملنا نہیں چاہتا، جاؤ ان کو فی سبیل اللہ صدقہ کردو، چنانچہ ایسے ہی کردیا گیا۔ (مسند احمد، ج:۶، ص:۴۹)

مرض میں کمی و زیادتی تو ہو ہی رہی تھی جس دن وفات ہونے والی تھی (دوشنبہ پیر کا دن) اس روز مزاج مبارک میں بڑا سکون اور اطمینان محسوس کیا جارہا

تھا حتیٰ کہ بعض صحابہؓ کو یقین ہوگیا کہ آپؐ صحت یاب ہو چکے ہیں۔

اس دن فجر کی نماز کے وقت اپنے حجرۂ شریفہ کا پردہ اُٹھا کر صحابہؓ کو دیکھا جو نماز پڑھ رہے تھے فرطِ مسرت سے صحابہؓ بے قابو سے ہوگئے۔ قریب تھا کہ نماز میں خلل پیدا ہو جائے، سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ آخری دیدار پاک تھا جو خوش نصیب صحابہؓ کو میسر آیا۔ فَصَلواتُ رَبِّی وَ سَلامُہٗ علیہ

جیسے جیسے دن چڑھتا گیا آپؐ پر بار بار غشی طاری ہونے لگی، اس حالت میں آپؐ کی زبانِ مبارک سے یہ کلمات جاری ہوئے۔

مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ

اُن لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا ہے

اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلیٰ

رفیقِ اعلیٰ کو پسند کرتا ہوں

وفات کا وقت قریب تر تھا آپؐ نے مسواک طلب کی اور تندرستوں کی طرح مسواک فرمائی۔ مؤرخ ابن اسحاقؒ نے کتاب سیرت میں لکھا ہے کہ اچانک سینہ مبارک میں سانس کی گھڑ گھڑاہٹ شروع ہوئی اور لب مبارک ہلنے لگے اور کلمات ذیل سنے گئے۔

اَلصَّلوٰۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمُ اَلصَّلوٰۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ

دو (۲) مرتبہ (نماز اور ماتحت لوگوں) (یعنی ان دونوں کا پاس ولحاظ رکھو)

قریب ہی پانی کی لگن تھی اس میں بار بار دست مبارک ڈالتے اور چہرۂ اقدس پر ملتے جاتے اتنے میں دست مبارک اُٹھا کر انگشت مبارک سے اشارہ کیا اور تین مرتبہ فرمایا:

بَلِ الرَّفِیْقَ الْاَعْلیٰ ، بَلِ الرَّفِیْقَ الْاَعْلیٰ ، بَلِ الرَّفِیْقَ الْاَعْلیٰ

بس اب کوئی نہیں صرف رفیقِ اعلیٰ درکار ہے، بس اب کوئی نہیں صرف رفیقِ اعلیٰ درکار ہے، بس اب کوئی نہیں صرف رفیقِ اعلیٰ درکار ہے۔

یہ کلمات مقدسہ زبانِ مبارک پر جاری تھے کہ دستِ مبارک گر پڑا، چشم پاک کھل کر چھت کی طرف لگ گئی اور روحِ پاک عالمِ قدس میں پہنچ گئی۔ اس وقت عمر پاک ترسٹھ سال تھی۔

فَصَلواتُ رَبِّیْ وَسَلامُہٗ عَلَیْہِ دَائِماً اَبَداً اَبَداً اَبَداً

دن دوشنبہ (پیر) ماہ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ماہ مئی ۶۳۲ء تاریخ کے بارے میں یکم ربیع الاول سے ۱۲ ربیع الاول تک کے اقوال ہیں۔ یکم ربیع الاول کے قول کو تاریخی اور روایتی ہر لحاظ سے قوی تر تاریخ قرار دیا گیا ہے۔ (فتح الباری، روض الانف، امام سہیلی، موسیٰ بن عقبہؒ، محدث امام لیث مصریؒ، محدث ابونعیمؒ) لیکن عام اور مشہور روایت ۱۲ ربیع الاول کی ہے۔ (تفصیل کے لئے سیرۃ النبی جلد:۲، ص:۱۶۰ دیکھئے)

مؤرخ ابن اسحاقؒ نے ''سیرت'' میں لکھا ہے کہ وفات شریفہ دوپہر کو ہوئی لیکن حضرت انس بن مالکؓ سے امام بخاری و مسلم میں روایت موجود ہے کہ دوشنبہ

(پیر) کے دن سہ پہر کے وقت وفات ہوئی۔ حافظ ابن حجرؒ نے دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق دی کہ دوپہر ڈھل چکی تھی سہ پہر کا وقت شروع ہو چکا تھا۔

(سیرۃ النبی، ج:۲،ص:۱۶۹)

آپؐ کو انہی کپڑوں میں غسل دیا گیا جو جسم مبارک پر تھے۔ سیدنا علیؓ نے غسل دیا، دونوں ہاتھوں میں کپڑے کی تھیلی (دستانے) پہن رکھے تھے۔ حضرت عباسؓ کے دونوں بیٹے فضل بن عباسؓ اور قثم بن عباسؓ جسم مبارک کی کروٹیں بدلتے تھے، حضرت اُسامہؓ اور حضرت شقرانؓ (خادم خاص) پانی ڈال رہے تھے، حضرت اوس بن خولی انصاریؓ نگرانی کر رہے تھے۔

غسل کے بعد تین عدد سوتی سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں قمیص یا عمامہ جیسا کوئی کپڑا نہ تھا۔ (بخاری ومسلم)

حجرۂ عائشہ میں حضرت ابوطلحہؓ انصاری نے مدینہ طیبہ کے رواج کے مطابق لحد (بغلی قبر) تیار کی چونکہ زمین پاک نم تھی جس بستر مبارک پر آپؐ نے وفات پائی وہ بستر قبر شریف میں بچھا دیا گیا۔

پھر جسد پاک کو قبر شریف کے کنارے رکھ دیا گیا، حجرۂ اقدس میں ایک ایک جماعت داخل ہوتی اور دعا و درود و تکبیرات پڑھ کر باہر نکلتی، صلوٰۃ جنازہ میں کوئی امام نہیں ہوتا تھا تن تنہا ہر شخص نماز ادا کرتا، سب سے پہلے سیدنا عباسؓ نے نماز جنازہ ادا کی، پھر خاندان بنو ہاشم کے افراد نے، اس کے بعد مہاجرین صحابہ نے

پھر انصار صحابہ نے پھر عام مسلمانوں نے نماز جنازہ ادا کی، اس طرح رات دیر گئے تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔

مرض الموت کے دنوں میں ایک دفعہ آپؐ نے اپنے اہل خانہ سے فرمایا تھا کہ جب میری تجہیز و تکفین ہو جائے تو تھوڑی دیر کے لئے سب لوگ حجرے سے باہر ہو جائیں۔ سب سے پہلے مجھ پر جبرئیل امین نماز پڑھیں گے، پھر میکائیل، پھر اسرافیل اس کے بعد ملک الموت (عزرائیل) اور پھر دیگر فرشتے نماز پڑھیں گے۔ اس کے بعد تم میں سے ایک ایک جماعت حجرے میں داخل ہو اور مجھ پر صلوٰۃ وسلام پڑھے۔ (مسند بزاز، مستدرک، حاکم)

نماز جنازہ اور تدفین کا یہ سلسلہ سہ شنبہ (منگل) کے دن شروع ہوا۔ تاخیر کے مختلف اسباب تھے۔

۱۔ اکثر صحابہ کو آپ کی وفات کا یقین نہیں آیا۔

۲۔ سیدنا عمرؓ ننگی تلوار لیکر اعلان کر رہے تھے کہ جو یہ کہے اس کی گردن اُڑا دی جائے گی۔

۳۔ ہجوم کی وجہ سے انتظامات میں خلل ہو رہا تھا۔

۴۔ قبر کنی کا کام غسل و کفن کے بعد شروع ہوا جس میں دیر لگ گئی۔

۵۔ جنازے کی امامت اور مقام تدفین میں بھی انتشار پھیل گیا تھا۔

آخر صبح ہو گئی سہ شنبہ (منگل) سے نماز جنازہ کا سلسلہ شروع ہوا جو رات دیر

گئے تکمیل پایا۔اس طرح آپ کو منگل کے دن رات اپنے ابدی ٹھکانے سپرد خاک کر دیا گیا۔

جسد پاک کو حضرات سیدنا علیؓ، عباسؓ، فضل بن عباسؓ، قثم بن عباسؓ، شقرانؓ (خادم خاص) رضی اللہ عنہم نے قبر میں اُتارا، نو عدد اینٹوں سے لحد پاک کو بند کر دیا گیا، پھر قبر شریف کو مٹی سے پُر کر دیا گیا، تربت پاک کو کوہان جیسی شکل دی گئی اور اوپر پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا۔

صلوٰۃ وسلام اور تدفین کے بعد ایک روایت کے مطابق تیس ہزار سے زائد صحابہؓ کرام آنسو بہاتے اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔

[1] يَا خَيْرُ مَنْ دُفِنَتْ بَالْقَاعِ اَعْظَمُهٗ فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ
نَفْسِيْ الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاكِنُهٗ فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

ترجمہ : اے برگزیدہ شخصیت جس کا جسد پاک سپرد خاک کیا گیا اس کی خوشبو سے جنگل و پہاڑ مہک اٹھے ہیں۔ میری روح اُس قبر پاک پر قربان ہے جس میں پاکیزگی، خیرات و برکات ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ نَبِيِ الرَّحْمَةِ رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ بَارِكْ وَ سَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ .

[1] حجرۂ نبوی کی جالی مبارک پر مذکورہ بالا دو شعر کندہ ہیں یہیں سے یہ دو شعر نقل کیے گئے ہیں۔

مرض الوفات کے تیرہ دن

وفات ماہِ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق مئی ۶۳۲ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض ماہِ صفر کے آخری دنوں ۱۸ر صفر یا ۱۹ر صفر سے شروع ہوا۔ آپ ایک صحابی کی تدفین میت سے فارغ ہو کر گھر تشریف لا رہے تھے۔ یہ گھر سیدہ میمونہؓ کا تھا راستے ہی سے دردِ سر شروع ہوا چند یوم ہر زوجہ مطہرہ کے مکان منتقل ہوتے گئے مرض ذاتِ الجنب (نمونیہ) کا شبہ ہوا۔ آپ ہر روز دریافت فرمایا کرتے تھے کل کس کے ہاں قیام ہے۔ ازواج مطہرات نے سمجھا کہ آپ سیدہ عائشہ کے گھر منتقل ہونا چاہتے ہیں۔ آپ کا ارادہ جان کر سب نے اجازت دیدی آپ حجرۂ عائشہ میں منتقل ہو گئے۔ یہ دوشنبہ (پیر) کا دن تھا۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں جب آپ میرے گھر تشریف لائے دردِ سر اور بخار میں شدت ہو گئی۔ تب آپ نے ارشاد فرمایا مجھے نمونیہ نہیں ہوا اللہ نے کسی نبی پر یہ خبیث مرض نازل نہیں کیا۔ یہ وہ مرض ہے جو میں نے خیبر کے یہودیوں کی سازش سے بکری کے گوشت کا زہر آلودہ لقمہ کھالیا تھا۔ آج اس زہر کی تکلیف سے رگِ جان پھٹ رہی ہے۔

آپ نے اُس دن سات کنوؤں کے پانی سے غسل کیا جیسا کہ اُس زمانے کا علاج تھا اس سے ایک گونہ سکون ہوا۔ظہر کے وقت مسجد تشریف لائے بعد نماز خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔صحیح مسلم کی روایت ہے کہ یہ خطبہ وفات شریف سے پانچ روز پہلے کا تھا۔اس خطبے میں آپ نے تین وصیتیں فرمائی۔

۱۔ ہر نبی کی امت میں اس کا ایک خلیل ہوتا ہے۔میرا خلیل ابوبکرؓ ہیں اور میں اللہ کا خلیل ہوں۔

۲۔ تم سے پہلی امتوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ (سجدہ گاہ) بنالیا تھا میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں کہ میری قبر کو عبادت گاہ بناؤ اے اللہ گواہ رہ اے اللہ گواہ رہ، اے اللہ گواہ رہ۔(فتح الباری، ج:۸،ص:۱۰۳)

۳۔ غور سے سنو اپنے غلاموں اور ماتحتوں، بیوی بچوں وغیرہ کے بارے میں تاکید کرتا ہوں کہ ان پر ظلم وزیادتی نہ کرو۔

ایک دن حضرت علیؓ اور فضل بن عباسؓ کے سہارے مسجد نبوی تشریف لائے۔منبر شریف پر بیٹھ کر خطبہ دیا۔اصحاب احد کیلئے دُعا کی پھر ارشاد فرمایا۔

لوگو! اگر کسی کا حق مجھ پر ہو تو وہ مجھ سے لے لے۔اگر میں نے کسی کو کوڑا مارا ہو تو وہ بدلہ لے لے، کسی کی عزت آبرو کی ہو تو میں حاضر ہوں بدلہ لے لے، میں نے کسی کا مال لیا ہو تو وہ حاصل کرلے، میرا سینہ صاف ہے میرے عداوت کا اندیشہ نہ کرو۔میں اپنے رب سے ملاقات کروں تو میرا نفس پاک وصاف رہے۔

ارشاد فرمایا اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے دنیا میں رہے یا وہ آخرت کو اختیار کرے لیکن اُس بندے نے آخرت کو اختیار کیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ رُو پڑے کہنے لگے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بندہ آپ ہی تھے، میں نے ہر ایک کے احسان کا بدلہ ادا کردیا ہے سوائے ابوبکرؓ کے ان کا بدلہ اللہ ادا کرے گا۔ایک رات آپ نے نماز عشاء پڑھائی پھر فرمایا آج کی رات سے سو (۱۰۰) برس کے آخر تک تم میں کوئی زندہ باقی نہ رہے گا۔

چنانچہ ۱۱۰ھ سو سال بعد حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہؓ آخری صحابی تھے جن کا انتقال ہوگیا۔یہی وہ صحابی نے جن کو امام ابوحنیفہؒ نے دیکھا اور حدیث سنی ہے۔وفات سے چار یوم پہلے چند اصحاب رسول جمع تھے ارشاد فرمایا دوات قلم لاؤ میں ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں مزاج مبارک میں بے سکونی، بے قراری تھی۔بعض حضرات نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت زحمت دینا مناسب نہیں بعض نے کہا آپ کے ارشاد کو پورا کردو، آپس میں اختلاف ہوا۔سیدنا عمرؓ نے مشورہ دیا کسی دوسرے وقت یہ کام انجام دیا جاسکتا ہے فی الحال زحمت مناسب نہیں۔آپ نے ارشاد فرمایا نبی کی موجودگی میں اختلاف کرنا درست نہیں مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو۔پھر دوسرے دن آپ نے تین نصیحتیں فرمائی۔

۱۔ یہود کو جزیرۃ العرب سے باہر کردو۔

۲۔ وفود و مہمانوں کی خدمت و احترام کرو۔

۳۔ میں جو کچھ چھوڑ جا رہا ہوں وہ بیت المال کا حق ہے۔ میری کوئی میراث نہیں۔

انہی دنوں سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے ہاں چند دینار تھے فرمایا عائشہ وہ دینار کہاں ہیں فرمایا اس کو صدقہ کر دو۔ میں اللہ کے ہاں ایسی حالت میں جانا نہیں چاہتا کہ میرے گھر میں سونا چاندی ہو۔ آخری نماز جو آپ نے پڑھائی وہ وفات سے چار دن پہلے نماز مغرب تھی اس میں آپ نے سورہ مرسلات پارہ (۲۹) کی تلاوت کی۔ ان تیرہ (۱۳) دنوں میں سترہ (۱۷) نمازیں سیدنا ابوبکرؓ نے پڑھائی۔

ایک دن حضرت علیؓ حجرہ نبوی سے باہر آئے۔ لوگوں نے دریافت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبعیت کیسی ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا آج بڑا آرام ہے۔ اتنے میں حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ اللہ کی قسم تین دن بعد تم دوسروں کے ماتحت ہو جاؤ گے۔

خاندان عبدالمطلب کے چہروں سے ان کی موت پہچان لیتا ہوں رسول اللہ ﷺ اس مرض میں وفات پا جائیں گے چلو ہم آپ سے دریافت کر لیں کہ خلافت کس کو ملے گی؟

حضرت علیؓ نے کہا میری تو ہمت نہیں اگر آپ ہمارے لئے انکار کر دیں تو آپ کے بعد لوگ ہمیں کبھی بھی خلافت نہیں دیں گے۔ اللہ کی قسم میں اب سوال

نہیں کرونگا۔ انہی ایام میں آپ نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ کو بلاؤ وہ حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا میں نے چاہا تھا کہ اپنے بعد ابوبکرؓ کی خلافت تحریر کر دوں لیکن اب ارادہ نہیں کیونکہ ابوبکرؓ کے سوا کسی کو بھی نہ اللہ چاہے گا اور نہ ایمان والے چاہیں گے۔[1] پھر آپ نے ارادہ ترک کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

اس کے بعد آپ نے اس کا تذکرہ نہیں فرمایا۔ حالانکہ اس قلم و قرطاس والے واقعہ کے بعد آپ چار یوم باحیات تھے۔ شیعوں نے قلم و قرطاس والے واقعہ کو یہ شہرت دی کہ آپ حضرت علیؓ کی خلافت لکھنا چاہتے۔ حضرت عمرؓ نے روک دیا۔ (لعنۃ اللہ علی الکاذبین)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل مسواک کرنا تھا سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے اپنے دانتوں سے مسواک کو چبا کر نرم کیا، آپ نے مسواک کیا۔ وفات شریف کے وقت آپ کا سر مبارک سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے دامن میں تھا۔

صلی اللہ علیہ وسلم

[1] مزید تفصیل قسطلانی، ص: ۲۶۰، فتح الباری، ج: ۳، ص: ۱۷۷

معجزات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

معجزہ عربی لفظ ہے جس کے معنی عاجز و بے بس کر دینے والا واقعہ اور اسلامی زبان میں ایسے عمل یا واقعہ کو کہا جاتا ہے جس کی نظیر و مثال پیش کرنے سے انسانی طاقتیں عاجز و بے بس ہو جاتی ہوں۔ قرآن حکیم نے اس جیسے لفظ کو آیت و برہان سے تعبیر کیا ہے۔ قصص آیت ۳۲۔ قرآن حکیم پورے کا پورا آیت و برہان ہے جس کی نظیر تو کجا ایک آیت بھی پیش کرنے سے کائنات عاجز و بے بس ہے۔

اس لحاظ سے معجزہ اللہ عظیم کا وہ فعل ہوا جس میں کسی بیرونی طاقت کا اشتراک نہیں وہ ظاہری و مخفی اسباب سے خالی ہوا کرتا ہے اور بغیر کسی ظاہری یا مخفی سبب جاری ہوتا ہے۔ ایسا عمل اللہ اپنے انبیاء و رُسل کے ہاتھوں جاری کرتے ہیں تا کہ انسانوں کو اُن کی نبوت و رسالت کا یقین دلایا جا سکے۔

امام بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں ایک ہزار معجزات نقل کی ہیں۔ امام سیوطی نے اپنی کتاب خصائل کبریٰ میں بھی یہی تعداد نقل کی ہے۔ امام نووی نے ایک ہزار دو سو معجزات اور بعض دیگر محدثین نے تین ہزار معجزات نقل کی ہیں۔ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کے معجزات حد شمار سے باہر ہیں۔

(فتح الباری، ج:۶، ص:۴۲۵)

معجزات

(۱) شق القمر :

چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے کا یہ واقعہ مکہ مکرمہ کا ہے۔ ایک رات آپ اپنے اصحاب کے ساتھ میدان منیٰ میں قیام فرما تھے۔ کافروں کی ایک جماعت آئی اس وقت چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ روشن تھا، انھوں نے آتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کر دیا کہ اے محمد آپ اپنی نبوت کا ثبوت دیجئے ہم اسلام قبول کر لیں گے۔ اس واقعہ کے کئی ایک صحابی چشم دید گواہ ہیں۔ اُن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی اُس وقت موجود تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف اشارہ کیا وہ اچانک دو ٹکڑے ہو گیا ایک حصہ جبل حراء کے دائیں جانب دوسرا بائیں جانب چلا گیا۔ یہ منظر دکھانے کے بعد آپ نے حاضرین سے ارشاد فرمایا دیکھو دیکھو اور شہادت دو۔

جب سب لوگوں نے دیکھ لیا پھر چاند کے یہ دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے۔ لا الہ الا اللہ۔ (بخاری و مسلم)

انہی عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ ملتا ہے۔

مکۃ المکرّمہ کے ان مشرکوں نے یہ منظر دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا دوستو

اقرار کرنے میں عجلت نہ کرو (محمد) نے ہم پر بہت بڑا جادو کر دیا ہے باہر سے آنے والے مسافروں سے معلوم کرنا چاہیے کہ کیا اُنھوں نے بھی اسکا مشاہدہ کیا ہے؟

(ابوداؤد، طیالسی، بیہقی)

چند یوم بعد مکۃ المکرّمہ آنے والے مسافروں سے دریافت کیا گیا اُنھوں نے بھی اس عجیب وغریب واقعہ کا اعتراف کیا اور کہا کہ ہم نے اس کو ایک اتفاقی و اَن ہونی بات سمجھ کر سکوت اختیار کر لیا۔ ہندوستان کی مشہور و مستند تاریخی کتاب ''تاریخ فرشتہ'' میں بھی اس واقعہ کا تذکرہ ملتا ہے۔ ہندوستان کے ساحلی شہر ملابار کا ہندو راجہ ایک رات اپنے محل کی چھت پر اپنی بیگمات کے ساتھ چاندنی رات کا لطف لے رہا تھا، اچانک چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا، خوف و ہراس کے مارے بیگمات تو اپنے اپنے حجروں میں چلی گئیں، راجہ نے ضبط و تحمل سے کام لیا اور اس محیر العقول منظر کو دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد چاند کے یہ دو ٹکڑے پھر مل گئے اور چاند کی آب و تاب پہلے سی ہوگئی۔

راتوں رات اس کا چرچا ہوگیا، صبح ساری ریاست میں اعلان کیا گیا، ملک کے سارے نجومی، پنڈت اور مذہبی پیشواؤں کو دربار میں جمع کیا گیا اور رات کے اس عجیب وغریب واقعہ کی تفصیل بیان کی اور حقیقت حال جاننا چاہا کچھ دیر تو دربار میں سکتہ چھا گیا، اچانک ایک نحیف وضعیف بوڑھا پنڈت کھڑا ہوا۔

کہنے لگا۔ مہاراجہ گزشتہ زمانے کی قدیم کتابوں میں، میں نے پڑھا ہے کہ

آخری زمانے میں سمندر پار کے ریگستانی ملک میں ایک آخری رُشی پیدا ہوگا جو پوری انسانیت کا نجات دہندہ ہوگا، اُس پر ایمان لانے والے ہی کامیاب ہوں گے لیکن اُس کی قوم ہی کے بہت سارے لوگ مخالفت کریں گے اور اُس کے دعویٰ پر دلیل و علامت طلب کریں گے وہ اپنی صداقت پر اپنی انگلی کے ایک اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دے گا۔ غالباً یہ وہی رُشی ہے۔

بوڑھے پنڈت کی اس وضاحت کے بعد راجہ نے اپنے خصوصی نمائندوں کو سمندر پار کے ریگستانی علاقوں میں تحقیق حال کے لئے روانہ کر دیا۔ بہت جلد نمائندوں نے یہ خبر پہنچائی کہ عرب کے ریگستانی ملک مکۃ المکرّمہ میں ایسا واقعہ پیش آیا وہاں بہت سے لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہم نے بھی اُس رُشی سے ملاقات کی ہے۔

اس تحقیق پر راجہ اور اُس کے اہل دربار اور پوری قوم نے مذہب اسلام قبول کر لیا اور مسلمان ہوگئے۔ (تفسیر معارف القرآن، ج:۸، سورۃ القمر)

تنبیہ :

بعض کم عقلوں کو یہ شبہ ہوا کہ اتنا عظیم عجیب وغریب واقعہ صرف مکۃ المکرّمہ ہی میں دیکھا گیا دنیا کے کئی ممالک میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔

دراصل یہ بے علمی و کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ رات کے

چند لمحات میں پیش آیا جبکہ ساری دنیا سوتی پڑی رہتی ہے اور اگر کوئی جاگتا بھی ہو تو کیا وہ چاند کو دیکھتے بیٹھتا ہے؟

علاوہ ازیں رات ساری دنیا میں ایک ہی وقت نہیں ہوتی کہیں دن ہے، کہیں ابتدائی رات ہے اور کہیں آخری رات ہے، کہیں بادل وابر آلود فضاء ہے تو ایسی صورت میں ہر جگہ چاند کا نظر آنا کیوں کر ممکن ہے؟ سورج گہن، چاند گہن بھی ہر ملک میں ہوا کرتے ہیں لیکن بیشتر ممالک میں اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا تو کیا اس وجہ سے سورج گہن کا انکار کیا جائے گا؟

بسوخت عقل زحیرت کہ این چہ بُوالعجبی

راقم الحروف کا احساس ہے کہ آج جبکہ اس واقعہ کو گزرے چودہ (۱۴) سو سال ہو گئے۔ ہندوستان جہاں کی اکثریت آج بھی ہندو مذہب ہے ملابار کے اس شہر میں آج ۲۰۱۱ء مسلم اکثریت پائی جاتی ہے۔

یہ اُسی شق القمر والے معجزہ کی خیر و برکت ہے جو آج بھی کھلی آنکھوں سے دیکھی جارہی ہے۔ والحمدللہ رب العالمین.

(۲) پتھر کا سلام کرنا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت کے بعد یہ فرمایا کرتے تھے کہ مکۃ المکرّمہ کے اُس پتھر کو خوب جانتا ہوں جو مجھ کو نبوت سے پہلے سلام کیا کرتا تھا۔ پھر

صحابہ کرام کو آپ نے وہ پتھر دکھایا۔ لا الہ الا اللہ

(صحیح مسلم، مسند احمد، مسند دارمی، ترمذی، ذکر معجزات)

(۳) مسجد نبوی کا ستون (مدینہ منورہ) :

مسجد میں ابتداء منبر نہ تھا۔ مسجد میں کھجور کے تنے کا ایک ستون تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے ٹیک لگا کر جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب منبر تیار ہوا تو آپ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے۔ ایک جمعہ آپ ایسے ہی خطبہ دے رہے تھے اچانک اُس ستون سے بچوں کی طرح رونے کی آواز آنے لگی بعض دیگر روایات میں یہ بھی ہے کہ اونٹنیوں کی طرح بلبلا کر رونے کی آواز آئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی دردِ فراق میں رو رہا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر آپ منبر سے اُتر آئے اور ستون پر تسکین کے لئے اپنا دست مبارک رکھ دیا اور اس کو سینے مبارک سے لگا لیا آواز بند ہو گئی۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا اس ستون کا رونا اس وجہ سے تھا کہ یہ پہلے اللہ کا ذکر سنا کرتا تھا اب یہ دور ہو گیا۔ لا الہ الا اللہ

یہ واقعہ احادیث کی کتابوں میں گیارہ صحابہ رسول سے نقل کیا گیا ہے۔ یہ ستون مسجد نبوی کے ریاض الجنۃ میں آج بھی موجود ہے (استوانہ حنانہ) اس کا نام ہے۔ (بخاری، نسائی، مسند امام احمد)

(۴) زمین کا ایک مُردے کو قبول نہ کرنا:

عہد نبوت میں ایک عیسائی نے اسلام قبول کیا اور سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران بھی حفظ کرلیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو کتابت وحی کی خدمت کیلئے اپنا کاتب بنالیا۔ وہ وحی الٰہی لکھ لیا کرتا تھا۔ چند دنوں بعد وہ مرتد ہوکر بھاگ گیا اور اپنے عیسائی مذہب میں داخل ہوگیا۔ پھر اپنی قوم میں یہ مشہور کردیا کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے (لعنۃ اللہ علی الکاذبین) اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانی دکھائی اُس کو موت دیدی اُس کے دوستوں نے اس کو دفن کردیا۔ دوسرے صبح کے وقت اُس کی لاش قبر سے باہر پڑی ملی جب اُس کے دوستوں کو معلوم ہوا تو کہنے لگے یہ محمد اور اصحاب محمد کا کام ہے پھر انھوں نے قبر گہری کھود کر دوبارہ دفن کردیا۔ دوسرے دن صبح کے وقت پھر وہ مُردہ قبر سے باہر تھا۔ اب اُن لوگوں کا یہ خیال پختہ ہوگیا اور کہنے لگے یہ مسلمانوں ہی کی شرارت ہے اس کے بعد پھر جس قدر گہری قبر کھود سکتے تھے کھود کر اُس میں دفن کردیا۔ تیسرے دن پھر وہی منظر سامنے آیا اب ان کو یقین ہوگیا کہ یہ ان کا کام نہیں ہے آخر تھک ہار کر اُس سڑے گلے مُردے کو اسی طرح زمین پر چھوڑ دیا۔ درندے اور کتوں نے اُس کو اپنا لقمہ بنالیا۔ (بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

(۵) رُکّانہ کا قبول اسلام

رکانہ عرب کا نامی گرامی پہلوان تھا، اپنے زمانے میں اس کا کوئی حریف یا ہم مثل نہ تھا اس کی طاقت وقوت کا یہ حال تھا کہ وہ اونٹ کی خشک کھال پر اپنا ایک پیر رکھ دیا کرتا اور چالیس نوجوانوں کو چیلنج کرتا کہ وہ سب مل کر اونٹ کی کھال کو اُس کے پیر سے نکال دیں، سب بے بس وشکست کھا جاتے تھے۔

ایک دفعہ کسی جنگل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کی ملاقات ہوگئی۔ رکانہ نے کہا اے محمد اگر تم مجھ کو پچھاڑ دو تو میں اسلام قبول کرلوں گا۔

آپ نے اُس کا چیلنج قبول کیا اور ایک ہی دھکے میں چت کردیا۔ رکانہ کو حیرت ہوئی اور کچھ شک وشبہ بھی ہوا۔ سنبھل کر کہا یکبار اور مقابلہ کرلو۔ آپ نے اُس کو پہلی بار سے کم وقت میں پھر چت کردیا۔ اب تو رکانہ کو یقین ہوگیا کہ یہ کچھ اور معاملہ ہے۔ حیرت اور خوف کی حالت میں آپ کو دیکھنے لگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا رکانہ اگر تو اللہ سے ڈرے اور میرا اتباع کرے تو میں اس سے زائد عجیب چیز دکھلا دوں؟

پوچھا اس سے زائد اور کیا عجیب چیز ہوسکتی ہے؟

آپ نے ایک درخت کو اشارہ کیا جو سامنے تھا اُسی وقت وہ درخت چلتا ہوا آپ کے سامنے آکھڑا ہوا۔ رکانہ پر ہیبت وکپکپی طاری ہوگئی۔ آپ نے اس درخت کو لوٹ جانے کا اشارہ کیا، وہ فوری اپنی جگہ آگیا۔ یہ منظر دیکھ کر رکانہ

مسلمان ہوگیا۔(سیرت مصطفیٰ، ج:۲،ص:۶۵۳)

پھر اپنی بقیہ زندگی غزوات ودعوت وتبلیغ میں صرف کردی۔

خلافت فاروقی میں انتقال ہوا۔رحمۂ اللہ تعالیٰ

(۶) جانوروں نے آپ کوسجدہ کیا :

احادیث کی اکثر کتابوں میں یہ روایت نقل ہوتے آرہی ہے کہ ایک انصاری کا اونٹ باؤلا (پاگل) ہوگیا تھا یا بگڑ گیا تھا۔صحابہ نے جاکر آپ کوخبر دی۔ آپ نے اُس کے پاس جانا چاہا، اکثر حضرات نے مشورہ دیا یارسول اللہ یہ آدمی کو کتے کی طرح کاٹ کھاتا ہے، آپ ایسا نہ کریں، آپ نے فرمایا مجھے اس کا اندیشہ نہیں۔ یہ کہہ کر آپ آگے بڑھے تو اس اونٹ نے آپ کے سامنے اپنی گردن ڈال دی۔آپ نے اُس پر اپنا ہاتھ پھیرا اور اس کو پکڑ کر اُس کے مالک کے حوالہ کردیا۔ پھر ارشاد فرمایا کائنات کی ہر مخلوق جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں لیکن گنہگار انسان اور نافرمان جن انکار کرتے ہیں۔لا الہ الا اللہ

جن صحابہ نے یہ منظر دیکھا عرض کیا یا رسول اللہ جب جانور آپ کوسجدہ کرتے ہیں تو انسان کوسب سے پہلے سجدہ کرنا چاہیے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، تم میرے مرنے کے بعد میری قبر پر گزرو تو کیا میری قبر کوسجدہ کروگے؟

صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ایسا تو نہ ہوگا۔آپ نے ارشاد فرمایا، اگر کسی

انسان کا دوسرے انسان کوسجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں بیوی کوحکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔لیکن اللہ کے سوا کسی کوسجدہ کرنا جائز نہیں۔

(۷) ایسے ہی ایک اور واقعہ

ایک دفعہ آپ کسی انصاری کے باغ میں تھے ایک اونٹ باغ کو پانی سے سیراب کررہا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بلبلانے لگا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔آپ اس کے قریب جاکر اس کے سر اور کنپٹی پر ہاتھ پھیرا وہ چُپ ہوگیا۔آپ نے صحابہ سے دریافت فرمایا یہ کس کا اونٹ ہے؟ صحابہ نے ایک انصاری صحابی کا نام لیا اُنھیں بلایا گیا۔آپ نے اُن سے فرمایا تم ان جانوروں پر رحم وکرم کیوں نہیں کرتے جو اللہ نے تمہیں خدمت کیلئے دیئے ہیں۔اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اُس کو پیٹ بھر دانہ چارہ نہیں دیتے اور زیادہ مشقت کا کام لیتے ہو۔جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔صحابی نے اعتراف کیا اور توبہ بھی کی۔لا الہ الا اللہ ۔(دارمی، مسند احمد، سیرت النبی، ج۳:،ص:۵۵۳)

۸۔ قحط سالی

مدینہ منورہ میں ایک سال شدید قحط پڑا۔انہی دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ایک جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ایک صحابی اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔یا

رسول اللہ مدینہ کے اطراف واکناف کے مویشی ہلاک ہورہے ہیں۔لوگ بھوک پیاس سے تنگ وعاجز ہوگئے ہیں۔اللہ سے دعا فرمائیے کہ یہ قحط سالی دور ہوجائے اور پانی کے چشمے جاری ہوجائیں۔ دوران خطبہ ہی آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھادیئے۔لوگوں نے یہ اثر دیکھا کہ پہلے تو آسمان آئینہ کی طرح صاف شفاف تھا اچانک ایک آندھی چلی، بادل اُمنڈ آئے اور آسمان کا دہانہ کھل گیا۔لوگ بھیگتے بچتے بچاتے اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔ایک ہفتہ تک مسلسل بارش ہوتے رہی یہاں تک کہ لوگ گھبرا اُٹھے۔دوسرے جمعہ کو اُسی آدمی نے یا کسی دوسرے نے عرض کیا یارسول اللہ مکانات گر گئے، مویشی بھاگ گئے، گھروں سے باہر نکلا نہیں جارہا ہے، دعا فرمائیں اللہ رحم کرے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرادیئے اور دعا فرمائی، آناً فاناً بادل چھٹ گئے، مدینہ تاج کی طرح چمک اُٹھا۔**لا الہ الا اللہ**

(صحیح البخاری، مسلم)

(۹) کھانے میں حیرت انگیز اضافہ :

غزوۂ احزاب ۶ھ یہ ایک ایسی یلغار تھی جو مشرکین عرب نے باہمی اتحاد و اتفاق سے عرب قبائل کو یکجا کرلیا تھا تاکہ مدینہ منورہ پر اچانک حملہ کردیا جائے۔ اہل مدینہ کے لئے یہ ایک غیر متوقع صورتحال تھی جس کے دفاع کا کوئی انتظام نہ تھا۔حضرت سلمان فارسیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا۔یارسول اللہ

ایسے موقع پر دفاعی جنگ اختیار کی جائے۔مدینہ کے اطراف خندقیں کھودی جائیں تاکہ دشمن کو شہر میں داخل ہونے سے روکا جاسکے۔یہ ملک عرب میں پہلی نوعیت کی تدبیر تھی جو اس سے پہلے کبھی اختیار نہیں کی گئی چنانچہ نہایت عجلت وتیزی سے کام شروع کردیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بنفس نفیس خندق کھودنے میں مشغول ہوگئے۔دن رات کام جاری رہا، انہی ایام میں حضرت جابر بن عبداللہؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت بھوکے ہیں، تیزی سے اپنے گھر آئے اور بیوی سے کہا گھر میں کچھ کھانے کو ہے؟ بیوی نے کہا صرف ایک صاع (دو کیلو) گیہوں کا آٹا ہے وبس بیوی سے کہا روٹی تیار کرلو پھر حضرت جابرؓ نے ایک بکری ذبح کردی اور گوشت دیگچی میں چڑھادیا۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لانے چلے گئے۔چلتے وقت بیوی نے کہا جابرؓ دیکھو آپؐ کے ساتھ اور لوگوں کو بلا کر مجھے رسوا نہ کرنا کھانا بہت کم ہے۔حضرت جابر میدان جنگ میں آئے اور آپؐ کے کان میں آہستہ سے کہا یارسول اللہ آپ کے کھانے کا انتظام کرآیا ہوں، براہِ کرم تشریف لے چلیں۔آپ نے اچانک تمام اہل خندق کو پکارا۔لوگو! آؤ جابر نے دعوت کردی ہے، پورا لشکر ٹوٹ پڑا۔

حضرت جابر تیزی سے اپنے گھر آئے۔بیوی سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پورے لشکر کے ساتھ آرہے ہیں۔بیوی نے کہا آخر وہی اندیشہ پیش آیا

جس کا مجھے خطرہ تھا پھر نیک و باہمت بیوی نے کہا ٹھیک ہے آپ کا رب ہی اپنے مہمانوں کی تواضع کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ جابرؓ سے فرمایا چولھے سے دیگچی اُتاری نہ جائے اور روٹی پکائی نہ جائے۔ آپ اندر تشریف لائے، گوشت کی دیگچی اور آٹے میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور دعا کی، پھر ارشاد فرمایا، روٹی پکانا شروع کردو۔ دس دس مجاہدین کو اندر طلب کیا اور اپنے دست مبارک سے سالن و روٹی عنایت کرتے رہے کم وبیش ایک ہزار آدمی سب نے پیٹ بھر کھانا کھایا۔ پھر بھی آٹے اور گوشت میں کمی نہ آئی۔ لا الہ الا اللہ (بخاری ج۲ص۵۸۹)

(۱۰) توشہ دان بھرا کا بھرا رہا

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ مجھ پر اسلام میں تین مصیبتیں سب سے سخت و بھاری پڑیں۔ (۱) پہلی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات، (۲) دوسری حضرت عثمانؓ کی شہادت، تیسری میرے توشہ دان کا گم ہوجانا۔ لوگوں نے پوچھا کیسا توشہ دان اُس کا کیا واقعہ ہے؟

ابوہریرہؓ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں تھے کھانے پینے کا سامان ختم ہوگیا، آپ نے مجھ سے دریافت کیا۔ ابوہریرہؓ تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ کچھ کھجوریں ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا وہ لے

آؤ۔ میں لے آیا تو آپ نے ان کو دسترخوان پر پھیلا دیا جملہ اکیس کھجوریں تھیں۔ آپ نے ایک ایک کھجور لے کر اُس پر اللہ کا نام پڑھا، پھر سب کو خلط ملط کردیا اور ارشاد فرمایا دس دس آدمی دسترخوان پر آئیں چنانچہ اس طرح لوگ آگئے۔ پوری فوج سیر شکم ہوکر واپس ہوگئی، کچھ کھجوریں بچ گئیں۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان بقیہ کھجوروں پر میرے لئے برکت کی دعا فرمادیں آپ نے دُعا کی۔ میں ان کھجوروں کو اپنے توشہ دان میں ڈال لیا۔ ان کی برکت یہ تھی کہ جب میں برتن میں ہاتھ ڈالتا اس میں کھجوریں نکل آتی۔

پچاس (۵۰) وسق (مساوی آٹھ سو کیلوگرام) تو میں نے راہ خدا میں خیرات کیں ہیں۔ خلافت ابوبکرؓ و خلافت عمرؓ و عثمان (تقریباً ۲۲ سال) تک تو میں اس توشہ دان سے کھاتا کھلاتا رہا پھر حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ہنگاموں میں جہاں بہت چیزیں ضائع ہوئیں وہیں یہ توشہ دان بھی غائب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت ابوہریرہؓ شہادت عثمان غنیؓ کے بارے تاحیات یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَلِيَ فِي النَّاسِ هَمَّانِ — فَقْدُ الْجِرابِ وَقَتْلُ الشَّيْخِ عُثْمَانِيؓ

عام لوگوں کو تو ایک غم ہے اور مجھ کو دو غم — توشہ دان کا گم ہوجانا اور حضرت عثمان کا شہید ہونا۔

(مسند احمد، جامع ترمذی، ابن سعد) (سیرۃ النبی، ج:۳، ص:۵۶۹)

اِحیاءِ موتیٰ (مردوں کا زندہ ہونا)

جیسا کہ لکھا گیا حضرت انبیاء کرام سے معجزات کا ظہور ہوا ہے اور ہر نبی نے اپنی اُمت کو اپنی نبوت کا یقین دلانے کے لئے معجزات دکھائے ہیں۔ یہ حقیقت ہر آسمانی مذہب میں پائی جاتی ہے۔ خاص طور پر قوم یہود کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور قوم نصاریٰ کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بے شمار حیرت انگیز معجزات نے عاجز و بے بس کر دیا تھا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو تکوینی معجزات کے علاوہ بے جان چیزوں میں جان بھر دینا، مُردوں کو زندہ کر دینا، مادر زاد اندھوں کو بینا کر دینا وغیرہ وغیرہ، ایک عام بات تھی۔

اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی گونا گوں اور قسم قسم کے معجزات کے علاوہ مُردوں اور اندھوں کو بینا کر دینے کے معجزات بھی عطا کئے ہیں۔

(زرقانی، ج:۱،ص:۱۷۰)

حُسن یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
(صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ : سیدنا یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا عصاء منور ہاتھ وغیرہ وغیرہ تمام انبیاء کرام کے

فضائل و کمالات آپ کی ذات پاک میں موجود تھے۔

(۱۱) لڑکے کا زندہ ہونا

حضرت انس بیان کرتے ہیں ایک اندھی بڑھیا کا جوان بیٹا مر گیا، اُس کو بے حد صدمہ ہوا، آہ و زاری کرنے لگی۔ بیٹا، معذور زندگی کا سہارا تھا، بے خودی میں اللہ سے فریاد کرنے لگی الٰہی تجھے خوب معلوم ہے میں نے خالص تیرے لئے اسلام قبول کیا اور بتوں کو چھوڑا، بصد شوق و رغبت تیرے رسول کی طرف ہجرت کی، اپنا وطن خیر باد کیا، اپنی قوم کو ناراض کیا، اے اللہ مجھ پر بُت پرستوں کو طعن و تشنیع کرنے کا موقع نہ دے، مجھ پر مزید صدمہ نا قابل برداشت ہے الٰہی میرے بیٹے کو زندہ کر دے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب صفہ کی جماعت اُس وقت موجود تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ اللہ کی قسم نوجوان اچانک اُٹھ بیٹھا اور اپنے منہ سے چادر ہٹا دی، پھر ہمارے ساتھ کھانے میں بھی شریک ہوا۔ لا الہ الا اللہ

حضرت انسؓ کہتے ہیں، وہ نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی زندہ رہا البتہ اس کی بوڑھی ماں نوجوان کی زندگی میں وفات پا گئی۔

(بیہقی، ابونعیم، زرقانی، ج:۵،ص:۱۸۳) (شرح شفاء علامہ القاری، ج:۱،ص:۶۴۳)

(۱۲) لڑکی کا زندہ ہوجانا :

کتاب دلائل بیہقی میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی۔ اُس نے کہا میں اُس وقت اسلام قبول کروں گا جب آپ میری لڑکی کو زندہ کردیں۔ جو چند یوم پہلے فوت ہوچکی تھی۔

آپ نے فرمایا مجھ کو اُس کی قبر دکھلاؤ، وہ شخص آپ کو اُس کی قبر پر لے گیا، آپ اس کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے لڑکی کا نام لے کر پکارا، لڑکی لبیک و سعدیک (جی حاضر ہوں) کہتے ہوئے قبر سے نکل آئی۔ آپ نے اُس لڑکی سے پوچھا، تو اپنے ماں باپ کے پاس رہنا چاہتی ہے؟ اُس نے کہا یا رسول اللہ، اللہ عزوجل کا قرب و ہمسایہ ماں باپ سے بہتر ہے میں نے آخرت کو دنیا سے کہیں بہتر پایا۔ یہ کہہ کر رخصت ہوگئی۔ (زرقانی، ج:۵،ص:۱۸۲، شفاء قاضی عیاض،ص:۱۶۰)

(۱۳) والدین محترمین کا زندہ ہوجانا:

سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع ۱۱ھ مقام حجون (مکۃ المکرّمہ) میں ایک دن قیام کیا۔ میرے خیمہ سے رنجیدہ و غمگین حالت میں باہر تشریف لے گئے۔ پھر کچھ دیر بعد تشریف لائے تو مسرور تھے، چہرۂ اقدس پر مسکراہٹ تھی۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں نے اللہ سبحانہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ میرے والدین کو زندہ

فرمادے، اللہ نے میرے والدین کو زندہ کردیا، وہ مجھ پر ایمان لائے اور پھر وفات پاگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین محترمین (حضرت عبداللہ وسیدہ آمنہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے انتقال کرگئے تھے۔ والد بزرگوار تو اُس وقت گزر گئے جب آپ مادر شکم میں چھ ماہ کے تھے اور والدہ محترمہ سیدہ آمنہ اُس وقت انتقال کرگئیں جب آپ کی عمر چھ ۶ سال تھی۔ اس لحاظ سے والدین محترمین کے ایمان لانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ روایات حدیث میں اس کی طویل بحث ملتی ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے والدین کی مغفرت کیلئے دعا کرنی چاہی آپ کو روک دیا گیا، اس پر آپ رو پڑے۔ پھر آپ نے اُن کے قبر کی زیارت کرنی چاہی آپ کو اجازت دے دی گئی۔ مذکورہ بالا حدیث کو علامہ سہیلی نے کتاب ''روض الانف'' میں ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حدیث کے بعض راوی ضعیف ہیں۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں اگرچہ یہ ضعیف ہے لیکن موضوع (غیر حدیث) نہیں فضائل ومناقب میں ضعیف حدیث کی روایت تسلیم کی گئی ہے۔

(زرقانی، ج:۵،ص:۱۸۳)

امام جلال الدین سیوطی اور علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین محترمین کے بارے میں جو حدیث منقول ہے اس میں محدثین کرام کے تین قول ہیں۔

علامہ ابن جوزیؒ اور ابن وحیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ علامہ سہیلی اور ابن کثیر وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن موضوع (غیر حدیث) نہیں۔ اہل علم تفصیل کے لئے زرقانی، ج:۱،ص:۱۶۶ تا ص:۱۸۷ کا مطالعہ کریں جس میں احیاء والدین کی حدیث پر مفصل کلام ہے۔

راقم الحروف کی عامۃ المسلمین سے گذارش ہے کہ وہ اس نازک مسئلہ میں ''سلف صالحین'' کی تحقیق وفکر پر ہی اعتماد کریں۔ موجودہ زمانے کے کسی علامہ، مفکر، اسکالر کی روایت، درایت، خاطر میں نہ لائیں۔ یہی صحیح وتندرست فکر ہے۔ (اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِی فانھم لا یعلمون)۔

سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم

عادات شریفہ

۱۔ حضرت براء بن عاذبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین تھے اور سب سے زیادہ خوش اخلاق بھی، آپ نہ بہت زیادہ لمبے تھے اور نہ زیادہ پستہ قد (درمیانہ قد تھا)۔ (بیہقی)

۲۔ اسماعیل بن عیاشؒ نے روات نقل کی ہے کہ آپ لوگوں کی ایذاء پر صبر فرمایا کرتے تھے۔ (ابن سعد)

۳۔ ہند بن ابی ہالہؓ نے ایک طویل روایت میں بیان کیا ہے کہ جب آپ چلنے کے لئے قدم اُٹھایا کرتے تو قوت سے پیرا کھڑتا تھا اور قدم مبارک اس طرح رکھتے گویا آگے کو جھک رہے ہیں اور تواضع کے ساتھ قدم بڑھا کر چلتے، ایسا معلوم ہوتا کہ آپ بلندی سے پستی میں اُتر رہے ہیں۔

جب کسی بازو والی چیز کو دیکھنا چاہتے تو پوری طرح پھر کر دیکھا کرتے (یعنی کن آنکھوں سے دیکھنے کی عادت نہ تھی) نگاہ زمین کی طرف رہا کرتی، بہ نسبت آسمان کے۔ اکثر اوقات چلتے وقت صحابہ کو آگے رکھتے اور خود پیچھے چلا کرتے تھے۔

آپ کی عادت شریفہ عموماً گوشۂ چشم سے دیکھنے کی تھی (مطلب یہ کہ انتہائی تواضع کی وجہ سے پورا سر اُٹھا کر نگاہ بھر کر نہ دیکھتے تھے)

جو شخص بھی آپ سے ملتا تھا آپ ہی پہلے اُس کو سلام کرتے۔ (ترمذی)

۴۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے کلام میں ترتیل ہوا کرتی تھی (یعنی آپ ٹھہر ٹھہر کر بات چیت فرماتے تھے تاکہ سننے والا اچھی طرح سمجھ لے، لیکن نہ اس قدر ٹھہر ٹھہر کر کہ سننے والا اس سے اُکتا جائے۔ (ابوداؤد)

ایک اور حدیث میں یہ بھی اضافہ نقل کیا گیا ہے کہ آپ وعظ وتقریر میں کسی ضروری بات کو تین بار دوہرایا کرتے تھے۔ (مقصود یہ ہوتا تھا کہ اپنے کلام

کو عمدہ طریقہ سے ادا کیا جائے۔ جیسا موقعہ ہوا کرتا اس کا لحاظ فرمایا کرتے)

بعض مخاطب خوش فہم اور جلدی سمجھنے والے ہوتے ہیں ایسے وقت ایک بات کو چند مرتبہ دہرانا غیر مناسب ہوا کرتا ہے۔

اور بعض مخاطب دیر میں بات سمجھتے ہیں، ان کو کئی کئی بار سنانا مناسب ہوتا ہے اور جہاں ہر قسم کے لوگ ہوں وہاں تین بار بات کو دہرانا مناسب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ بعض اوسط درجے کی سمجھ رکھتے ہیں وہ دو بار میں سمجھ لیں گے اور دوسرے بعض کم فہم قسم کے ہوتے ہیں، وہ تین بار میں بخوبی سمجھ لیں گے۔

(اور اگر کہیں اس مقدار سے بھی زیادہ حاجت ہو تو خوش اخلاقی کی بات یہ ہے کہ اس سے بھی دریغ نہ کیا جائے)

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش اخلاقی اور قواعد کی پابندی کا اعلیٰ مرتبہ عطا ہوا تھا جو نہ کسی کو آپ سے پہلے میسر ہوا اور نہ آئندہ میسر ہوگا اور باوجود انتظامی قواعد کی پابندی کے خوش اخلاقی کا برتاؤ کرنا بہت بڑا کمال ہے کیوں کہ عام طور پر قواعد کی پابندی اور خوش اخلاقی جمع نہیں ہوتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت شریفہ تھی کہ آپ اس کام میں جس کو خود انجام دیتے خوب اچھی طرح قواعد کی پابندی

فرماتے اور دوسروں سے جو ان اُمور میں غلطی اور کوتاہی ہوتی غصہ نہ فرماتے البتہ ان کی اصلاح کی غرض سے باقاعدہ اور نرمی سے نصیحت فرمادیتے۔ (ترمذی)

(یہی طریقہ مسلمانوں کو بھی اختیار کرنا چاہئے کہ انتظامی قواعد کی پابندی اور خوش اخلاقی کی عادت اختیار کریں اور دوسروں کو بھی رغبت دلائیں محض اپنے نفس وغضب کی شفاء کے لئے دوسروں کی کوتاہی پر گرفت نہ کریں البتہ ان کی اصلاح کی غرض سے ضرورت پڑے تو سختی بھی پسندیدہ عمل ہے)

۵۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جدا جدا ہوا کرتا تھا جو شخص اس کو سنتا سمجھ لیتا (یعنی واضح اور کھلا کلام ہوتا) (ابوداؤد)۔

۶۔ سیدہ عائشہ صدیقہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام بُری عادتوں میں سب سے زیادہ ناگوار جھوٹ بولنا ہوا کرتا تھا۔ (بیہقی)

۷۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ کو سب کپڑوں میں زیادہ پسندیدہ یمنی چادر تھی جس میں کئی رنگ ہوتے تھے۔

اور کتاب عزیزی شرح جامع صغیر میں ابن ارسلان نے اس پسندیدگی کی یہ وجہ لکھی ہے کہ وہ بہت زیادہ زینت کا کپڑا نہ ہوتا تھا یعنی سیدھا سادہ ہوا کرتا

اور میلا بھی کم ہوا کرتا ہے۔ (بیہقی، ابوداؤد، نسائی)

دراصل آپ اپنے کو دنیا میں مسافر سمجھتے تھے نہ دنیا کی رونق سے تعلق تھا نہ اس کی خوش رنگینیوں سے دلچسپی تھی۔ یہی طریقہ مسلمانوں کو بھی اختیار کرنا چاہئے کہ بقدر ضرورت ایسے کپڑے پہن لیا کریں جس سے اچھی طرح ستر ڈھک جائے اور جو سادہ بھی ہوں اور کم میلے ہوتے ہوں تاکہ ان کی زینت اللہ کی یاد سے غافل نہ کردے اور بار بار دھونے کی بھی حاجت نہ پیش آئے کہ اس میں وقت صرف ہوتا ہے۔

بعض روایات میں سفید کپڑوں کی بھی تعریف آئی ہے۔

۸۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عبادت زیادہ پسندیدہ تھی جو ہمیشہ ادا ہو سکے (یعنی نفلی نماز، روزہ، تلاوت، صدقات وغیرہ) اس قدر ادا کرنی چاہئے جن کو نباہ سکے، یہ نہیں کہ ایک دن تو سب کچھ کرلیا اور دوسرے دن کچھ بھی نہیں، تھوڑی عبادت جو ہمیشہ ہو سکے وہ اس عبادت سے بہتر ہے جو بہت زیادہ ہو لیکن پابندی نہ ہو سکے (البتہ کبھی ناغہ ہو جائے تو حرج نہیں) (بخاری، ابن ماجہ)

۹۔ امام مجاہدؒ نے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے گوشت میں اس کا اگلا حصہ زیادہ پسند تھا (یعنی دست اور گردن کا حصہ) (ابن السنی)

۱۰۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی چیزوں میں ٹھنڈا میٹھا پانی زیادہ پسند تھا (یعنی جو پانی کھارہ نہ ہو) (حاکم)

حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ پینے کی چیزوں میں آپ کو دودھ زیادہ پسند تھا۔

۱۱۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپ کو پینے کی چیزوں میں شہد کا شربت بھی پسند تھا۔ (ابن السنی، ابونعیم)

۱۲۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام قسم کے سالن میں سرکہ زیادہ پسند تھا۔ (ابونعیمؒ)

۱۳۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ زیادہ آیا کرتا تھا اور کتاب عزیزی میں سیدہ اُم سُلیم کی یہ روایت موجود ہے کہ وہ آپ کے پسینے کو اکٹھا کرکے دوسری خوشبو میں ملا لیا کرتی تھیں کیوں کہ آپ کا پسینہ خوشبودار ہوا کرتا تھا۔ (مسلم)

ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ کی یہ خوشبو دلہنوں کو لگائی جاتی تھی۔

۱۴۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک (داڑھی) کے بال گھنے تھے۔ (مسلم)

۱۵۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ کو پھلوں میں تر کھجور اور خربوزہ زیادہ پسند تھا۔ (ابن عدی)

۱۶۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے شانہ کا گوشت بہ نسبت اور حصوں کے زیادہ مرغوب تھا۔ (ابونعیم)

۱۷۔ حضرت ابو واقدؓ نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب امام ہوتے تو نماز مختصر پڑھایا کرتے اور جب تنہا نماز پڑھتے تو نماز طویل ہوا کرتی تھی۔ (احمد ونسائی)

(مقصد یہ کہ مقتدیوں کی رعایت کے پیش نظر فرض نمازوں میں قرأت اور رکوع سجدہ مختصر کیا کرتے تا کہ پیچھے نماز پڑھنے والوں کو تکلیف نہ ہو کیوں کہ ان میں ضعیف، کمزور، بیمار اور حاجت والے ہوا کرتے ہیں اور تنہائی میں طوالت اس لئے فرمایا کرتے کہ نماز آپ کے آنکھوں کی ٹھنڈک تھی اس میں چین وسکون ملتا تھا۔ (آپ نے خود ارشاد فرمایا جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ (الحدیث) میرا سکون نماز میں رکھا گیا ہے)

۱۸۔ حضرت عبداللہ بن بُسرؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ و سلم جب کسی مکان کے دروازے پر تشریف لے جاتے تو دروازے کے عین مقابل کھڑے نہ ہوتے بلکہ اس کے داہنے ستون کے سامنے کھڑے ہوتے یا بائیں ستون کے سامنے کھڑے ہوتے پھر السلام علیکم فرماتے۔ (احمد، ابوداؤد)

(یہ طریقہ سنت ہے کہ کسی کے گھر جائیں تو دروازے کے مقابل کھڑے نہ

ہوں کہ دروازہ کھلنے پر کہیں بے پردگی نہ ہو جائے اور گھر کی مستورات پر نظر پڑ جائے پھر السلام علیکم کہیں، اگر پہلی بار جواب نہ آئے تو دوبارہ سلام کرے پھر بھی جواب نہ ملے تو تیسری بار سلام کہے اور جواب نہ ملنے پر واپس ہو جائے)

۱۹۔ حضرت عکرمہؓ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت شریفہ تھی جب آپ کے پاس کوئی شخص آتا اور آپ اس کے چہرے پر خوشی ومسرت کے آثار محسوس فرماتے تو اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے۔ (طبقات ابن سعد)

(غرض یہ ہوا کرتی تھی کہ اس کو آپ سے اُنسیت ومحبت پیدا ہو)

۲۰۔ حضرت عتبہ نے روایت نقل کی ہے کہ جب کوئی اجنبی شخص آپ کی خدمت میں آتا تو آپ اس کا نام دریافت فرماتے اگر وہ نام آپ کو پسند نہ ہوتا تو اس کو بدل دیا کرتے۔ (ابن مندہ)

۲۱۔ امام احمد نے روایت نقل کی جب آپ کی خدمت میں کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ لایا کرتا تا کہ آپ اپنی مرضی سے کسی جگہ خرچ فرمادیں تو آپ ارشاد فرماتے:

اے اللہ اس پر رحم وکرم فرما۔ (ہم کو بھی یہی طریقہ استعمال کرنا چاہیے)

۲۲۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں جب کبھی آپ کو کوئی خوشی پیش آتی تو فرماتے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تُتِمُّ الصَّالِحات

(ترجمہ): اُس ذات عالی کی حمد وثنا جس کے فضل وکرم سے نیک کام پورے ہوتے ہیں اور جب کوئی ناگوار حال پیش آتا تو فرماتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔ (حاکم)

(ترجمہ): ہر حال میں اللہ کی تعریف ہے۔

۲۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جب آپ کے پاس مالِ غنیمت کا حصہ آتا (لونڈی، غلام، مال واسباب، جانور وغیرہ) تو آپ اپنے سارے گھر والوں کو برابر برابر کا حصہ دے دیا کرتے۔ (سنت طریقہ یہی ہے کہ تقسیم میں برابری کا لحاظ رکھا جائے تاکہ باہمی رنجش کا سبب نہ ہو)

(احمد، ابن ماجہ)

۲۴۔ سیدہ عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ جب آپ کی خدمت میں کھانا لایا جاتا جس میں اور حضرات بھی شریک رہتے تو آپ برتن کے اپنے سامنے حصے والے کی طرف سے تناول فرماتے اور اگر یہ کھجور ہوں تو آپ برتن کے ہر جانب سے اُٹھا لیتے۔ (خطیب)

۲۵۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں جب آپ کی خدمت میں نیا تازہ پھل پیش کیا جاتا تو آپ اس کو اپنی دونوں آنکھوں سے لگا لیتے پھر دونوں ہونٹوں سے چھوتے اور فرماتے

اَللّٰھُمَّ کَمَا اَرَیْتَنَا اَوَّلَہٗ فَاَرِنَا آخِرَہٗ

(ترجمہ): اے اللہ جیسا آپ نے اس کا ابتدائی حصہ دیا، آخری حصہ بھی عطا فرما۔

۲۶۔ قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ برتن لایا جاتا جس میں خوشبودار تیل وغیرہ ہوتا تو آپ اُس تیل میں اپنی انگلیاں تر فرماتے پھر اُس کو جہاں لگانا ہوتا اُن انگلیوں سے استعمال فرماتے۔

(ابن عساکر)

۲۷۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ اپنے سر میں تیل لگانے کا ارادہ فرماتے تو اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں تیل رکھتے پہلے اپنی آنکھ کی بھوؤں کو لگاتے پھر دونوں آنکھوں کو لگاتے پھر سر پر لگا لیتے۔ کتاب عزیزی میں روایت ہے جب آپ اپنی داڑھی میں تیل لگانے کا ارادہ فرماتے تو پہلے اپنی دونوں آنکھوں پر لگاتے پھر داڑھی مبارک پر تیل لگاتے۔

حکیم الامت لکھتے ہیں کہ یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری۔

(بہشتی زیور حصہ ۸)

۲۸۔ سیدہ حفصہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنے داہنے ہاتھ کو داہنے رُخسار کے نیچے رکھ لیتے۔ (طبرانی)

۲۹۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ جب آپ چھوٹی یا بڑی ضرورت (استنجا)

کیلئے بیٹھنے کا ارادہ فرماتے تو اپنے کپڑوں کو اُس وقت تک اوپر نہ اٹھاتے جب تک کہ زمین سے قریب نہ ہو جائیں۔ (ابوداؤد، ترمذی) (یہ اس لئے کہ جب آدمی قضائے حاجت کیلئے بیٹھنا چاہے تو اس سے پہلے ستر کھولنے کی ضرورت نہیں پڑتی بلاضرورت ستر کھولنا بُرا ہے)

۳۰۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں (بغیر غسل کئے) سونے کا ارادہ فرماتے تو (کم از کم) وضو کر لیا کرتے تھے (پھر سو جاتے) اور جب ایسی ہی حالت (جنابت) میں کھانے پینے کا ارادہ فرماتے تو فقط دونوں ہاتھ (گٹوں) تک دھو لیتے پھر تناول فرماتے۔ (ابوداؤد، نسائی)

(حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے بھی یہی عمل سنت ہے)

۳۱۔ حضرت عبداللہ بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لشکر کو رخصت فرماتے تو یہ دعا پڑھا کرتے اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکُمْ وَ اَمَانَتَکُمْ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکُمْ. (حاکم، ابوداؤد)

(سنت یہی ہے کہ جب کسی کو رخصت کریں تو یہ دعا پڑھنی چاہئے یہ اُس شخص کے دین و دنیا کی سلامتی کے لئے ہے جس کو رخصت کیا جا رہا ہے)

۳۲۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ جب نیا کپڑا پہنتے تو (عموماً) جمعہ کے دن پہنا کرتے۔ (خطیب)

۳۳۔ حضرت عبداللہ بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسواک سے فارغ ہوتے تو قریب میں جو شخص بڑا ہوتا اس کو وہ مسواک عنایت فرما دیتے اسی طرح جب کچھ پانی وغیرہ پیتے تو بچا ہوا حصہ اس شخص کو عنایت کر دیتے جو آپ کی داہنی جانب ہوتا۔ (حکیم ترمذی نوادر الاصول)

(آپ کی یہ عنایت لوگوں کو برکت پہنچانے کیلئے ہوا کرتی تھی)

۳۴۔ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ جب بادِ شمال (شمال کی جانب سے چلنے والی ہوا) چلنے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اَرْسَلْتَ فِیْھَا ،

(ابن السنی، طبرانی)

(ترجمہ) : یا اللہ میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے شر سے جس کو آپ نے اس ہوا میں بھیجا ہے۔

(اس دعا کے پڑھنے کی غالباً یہ وجہ تھی کہ ایسی ہوا گزشتہ قوموں پر بطریق عذاب چلائی گئی ہے یا آئندہ بھی چلائی جاتی ہو) واللہ اعلم

۳۵۔ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اپنے گھر والوں میں سے کسی کے بارے میں یہ معلوم ہوتا کہ اس نے جھوٹ کہا ہے تو آپ اس سے مسلسل ناراض اور رنجیدہ رہتے یہاں تک کہ وہ شخص جھوٹ سے توبہ نہ کر لیتا پھر جب وہ توبہ کر لیتا تو آپ بدستور اس

سے راضی ہوجاتے۔(احمد، حاکم)

(وجہ یہ تھی کہ جھوٹ ایک کبیرہ گناہ ہے اور گنہگار سے ناراضی ضروری ہے۔ اس لئے آپ ایسے شخص سے اعراض فرماتے تھے، علاوہ ازیں دیگر گنہگاروں سے آپ کا یہی برتاؤ ہوا کرتا تھا)

۳۶۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غمگین ہوتے تو اپنی داڑھی مبارک ہاتھ میں لیتے اور اس کو دیکھنے لگتے۔(شیرازی)

(آپ کا یہ عمل طبعی تھا بطور عبادت یا سنت نہ تھا)

(حکیم الامتؒ) واللہ اعلم۔ بہشتی زیور، ص:۸

۳۷۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غمگین (یا فکرمند) ہوتے تو بار بار داڑھی مبارک کو ہاتھ میں لیا کرتے۔(ابن السنی، ابونعیم)

۳۸۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی آنکھوں میں سُرمہ لگاتے تو طاق عدد سلائی پھیرا کرتے۔(احمد)

دوسری حدیث جس کو امام ترمذی نے بیان کی ہے کہ آپ ہر آنکھ میں تین تین سلائی سُرمہ لگاتے تھے۔

۳۹۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ کھانا تناول فرماتے تو (بعد فراغت) اپنی تین انگلیوں کو (جن سے آپ عموماً کھایا کرتے تھے

(کَمَا وَرَدَفِی الحاکم) چاٹ لیا کرتے (تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت یعنی رزق ضائع نہ ہو)۔(مسلم، احمد)

۴۰۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کو کوئی دشواری یا فکر لاحق ہوتی تو اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اُٹھایا کرتے اور سبحان اللہ العظیم کہا کرتے۔(ترمذی)

۴۱۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کام کے لئے روانہ فرماتے تو ارشاد فرماتے لوگوں کو خوشخبری سناؤ (یعنی عام آدمیوں سے خوش کن باتیں کرو دینی و دنیوی اُمور میں) اور ان کو نفرت نہ دلاؤ تاکہ وہ لوگ تم سے نفرت نہ کریں۔(مگر حدِ شرعی کو ہر موقعہ پر ملحوظ رکھنا ضروری ہے، ایسی خوش خبری یا ایسی خوش کن باتیں نہ کرنی چاہئے جو دین واخلاق کے خلاف ہوں) اور آسانی کرو سختی نہ کرو۔(ابوداؤد، ابن ماجہ)

۴۲۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ کو کسی کی بُری بات معلوم ہوتی تو نصیحت کے وقت یہ نہیں فرماتے کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے کہ وہ ایسا اور ایسا کام کرتا ہے یا ایسی وایسی بات کہتا ہے بلکہ آپ یہ فرمایا کرتے لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسی اور ایسی باتیں (یعنی بُری باتیں) کہتے ہیں اور ایسے اور ایسے بُرے کام کرتے ہیں۔(ابوداؤد) (خطاکار کا نام ظاہر نہیں فرماتے تھے)

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسن اخلاق تھا، آپ کا یہ مقصود ہوا کرتا تھا کہ خطا کار عام لوگوں میں رسوا نہ ہو اور خود بخود متنبہ ہو جائے)

۴۳۔ حضرت صخر بن وداعہؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لشکر کو روانہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو دن کے اول وقت (صبح) روانہ کرتے (کیوں کہ یہ برکت کا وقت ہے)۔ (ابوداؤد، ترمذی)

۴۴۔ حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کو کھانا تناول فرماتے تو شام کو نہ کھاتے تھے اور جب شام کو تناول فرماتے تو صبح کو نہ کھاتے تھے۔ (ابونعیم)

(مقصود یہ کہ آپ عام طور پر دن میں ایک وقت کھانا تناول فرماتے تھے کبھی صبح کو اور کبھی شام کو (اور درمیان میں کبھی دودھ یا کھجور وغیرہ بھی لے لیا کرتے یہ آپ کی طبعی حالت تھی۔)

۴۵۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو سے فارغ ہوتے تو دو۲ رکعت نفل نماز (جس کا نام عام لوگوں نے تحیۃ الوضوء رکھ لیا ہے) ادا فرماتے پھر فرض نماز کے لئے مسجد تشریف لے جاتے۔ (ابن ماجہ)

۴۶۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ جب سردی کا موسم آتا تو آپ جمعہ کی رات کو مکان کے اندر سونا شروع فرماتے

اور جب گرمی کا موسم آتا تو جمعہ کی رات کو باہر سونا شروع کرتے اور جب نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو اللہ کی حمد (یعنی الحمدللہ یا اس جیسا کوئی کلمہ ادا فرماتے) اور دو۲ رکعت نماز (بطور شکریہ) پڑھتے اور پرانا کپڑا کسی محتاج کو عنایت فرما دیتے۔ (خطیب، ابن عساکر)

۴۷۔ حضرت حسن بن محمد بن علیؓ نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ہاں کچھ مال و متاع صبح کے وقت آتا تو دوپہر تک اپنے پاس نہیں رکھتے اور اگر شام کے وقت آتا تو رات تک نہیں رکھتے تھے (بلکہ فوراً خرچ کر دیا کرتے اور مستحقوں کو دے دیا کرتے) (بیہقی، خطیب)

۴۸۔ محدث بغویؒ نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب زیادہ ہنسی آتی تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیتے تھے (ایسا اتفاق کبھی کبھی ہو جایا کرتا کہ آپ کو زیادہ ہنسی آجائے ورنہ عموماً آپ ایسے موقعوں پر مسکرا دیا کرتے تھے جس کو تبسم کہا جاتا ہے۔ (کما ورد بسند صحیح)

۴۹۔ حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور بات چیت فرماتے پھر وہاں سے اُٹھنے کا ارادہ فرماتے تو استغفار پڑھا کرتے دس۱۰ سے پندرہ مرتبہ۔ (ابن السنی)

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ وہ استغفار یہ تھا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ ،

(کذا فی العزیزی لکن لم اقف علی سندہ، حکیم الامتؒ)

۵۰۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس میں باتیں فرمایا کرتے تو دوران گفتگو (کبھی کبھی) آسمان کی طرف نگاہ اُٹھایا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

(آسمان کی طرف بار بار نظر اُٹھانا فکر آخرت کا تقاضہ تھا)

۵۱۔ حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی دشواری پیش آتی تو نفل نماز پڑھا کرتے (اس عمل سے دنیوی واُخروی نفع ہوتا ہے اور پریشانی دور ہوتی ہے)۔ (احمد، ابوداؤد)

۵۲۔ حضرت سعید بن حکیمؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی چیز عمدہ معلوم ہوتی پھر اُس چیز کو نظر لگ جانے کا اندیشہ فرماتے تو یہ دعا پڑھا کرتے[1]

(اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْہِ) وَلَا تَضُرُّہٗ۔ (ابن السنّی)

۵۳۔ امام مجاہدؒ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی عورت کو اپنے نکاح کا پیغام دیتے اور وہ پیغام منظور نہ ہوتا تو دوبارہ اس کا ذکر نہیں فرماتے (یعنی اصرار اور خواہش نہ کرتے، اگر پیغام منظور ہوجاتا تو نکاح

[1] آپ کی اپنی نظر مبارک سے بُرے اثر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، آپ کا یہ عمل اُمت کی تعلیم کے لئے تھا تاکہ اُمت کے لوگ ایسا ہی پڑھا کریں۔

کرلیتے ورنہ خاموش ہوجاتے اور نہ کسی پر دباؤ ڈالتے)

آپ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، اس نے انکار کردیا پھر بعد میں خود اُسی عورت نے آپ سے نکاح کرنا چاہا، آپ نے فرمایا ہم نے دوسری عورت سے نکاح کرلیا ہے، اب ہم کو حاجت نہ رہی۔ (طبقات ابن سعد)

۵۴۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ازواج سے ملاقات کرتے تو بہت خوش دلی اور خاطرداری سے پیش آتے۔ (ابن سعد، ابن عساکر)

۵۵۔ حبیب بن صالحؒ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو جوتا پہن کر جاتے اور سر کو ڈھانک لیا کرتے۔ (یعنی ٹوپی پہن لیتے)۔ (طبقات ابن سعد)

۵۶۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کرتے تو اس سے فرماتے:

لَابَأْسَ طُھُوْرٌ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ (بخاری)

(کچھ اندیشہ نہیں انشاء اللہ شفا ہوگی) (گناہوں کا کفارہ ہوگا)۔

۵۷۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تو پہلے اپنے لئے دعا کرتے (پھر اوروں کے لئے دعا فرماتے تھے) (طبرانی)

۵۸۔ حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی خوف (یا اندیشہ) پیش آتا تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰہُ اَللّٰہُ رَبِّی لَا شَرِیْکَ لَہٗ (نسائی)

۵۹۔ حضرت سہیلؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بات یا کسی کام سے راضی ہوتے تھے تو سکوت (خاموشی) اختیار فرماتے۔ (ابن مندہ)

۶۰۔ سیدہ اُم سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں جب کسی بیوی کی آنکھ دکھتی (یعنی آنکھ میں تکلیف ہوجاتی) تو آپ آرام ہونے تک ان سے ہمبستری چھوڑ دیتے تھے (تاکہ مریض کو کامل آرام ملے)۔ (ابونعیم)

۶۱۔ ابن مبارکؒ اور ابن سعدؒ نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم جب کسی جنازے میں شریک ہوتے تو آپ پر خاموشی سی طاری رہا کرتی تھی اور آپ دل دل میں موت کے بارے میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ (ابن المبارک وابن سعد)

(جنازہ عبرت کا مقام ہے اس کو دیکھ کر اپنی موت کو یاد کرنا چاہئے اور اس تنہائی و بے کسی کا خیال کرنا چاہئے جو موت کے بعد پیش آنے والی ہے)

(ع: یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے)

۶۲۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیا کرتے اور آواز کو پست فرمالیتے

تھے۔ (حاکم، ابوداؤد، ترمذی)

۶۳۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیک کام شروع فرماتے تو اس کو ہمیشہ کیا کرتے تھے۔ (مسلم، ابوداؤد)

(یعنی اچھا کام چھوڑنے کے قابل نہیں ہوتا)

۶۴۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آجاتا اگر آپ کھڑے ہوئے ہوتے تو بیٹھ جاتے اور اگر آپ بیٹھے ہوتے تو لیٹ جاتے۔ (ابن ابی الدنیا)

(حالت کا بدل دینا غصہ کم کرنے کا علاج ہے اس طرح غصہ ختم ہوجاتا ہے)

۶۵۔ حضرت عثمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو اس کی قبر پر کچھ دیر ٹھہر جاتے اور آپ کے ہمراہ صحابہ بھی ٹھہرے رہتے، آپ فرمایا کرتے اپنے مردہ بھائی کے لئے مغفرت طلب کرو اور اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو اس لئے کہ اس وقت اس سے سوال کیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

(یعنی دفن کے بعد منکر نکیر کے سوال کرنے کا وقت ہوا کرتا ہے ایسے وقت میت کے ثابت قدم یعنی صحیح جواب دینے کی دعا کرنی چاہئے تاکہ مُردے کو پریشانی نہ ہو)

۶۶۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کرتہ

پہنتے تو داہنی طرف سے شروع فرماتے (یعنی اول داہنا ہاتھ اس میں داخل فرماتے) (ترمذی)

۶۷۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب آپؐ کے صحابہؓ میں سے کوئی صحابی آپؐ سے ملاقات کرتا اور وہ ٹھہر جاتا تو آپ بھی ٹھہر جاتے اور جب تک وہ شخص چلا نہ جاتا آپ برابر ٹھہرے رہا کرتے۔ اسی طرح جب آپؐ کے صحابہؓ میں سے کوئی آپؐ سے ملاقات کرتا اور آپ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا تو آپؐ اس کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دیتے اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں سے نہ نکالتے تھے جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دیتا، اور عبداللہ بن المبارکؒ کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپؐ اپنا چہرۂ اقدس اس کے سامنے سے نہ پھیرتے تھے جب تک کہ وہ خود اپنا چہرہ آپؐ کے سامنے سے نہ پھیر لیتا تھا، اور جب آپؐ کسی صحابی سے ملاقات فرماتے اور وہ صحابی آپؐ کے کان کے قریب ہونا چاہتا۔ (سرگوشی کیلئے) تو آپؐ اس کے قریب اپنا کان کر دیتے اور اپنے کان کو نہ ہٹاتے جب تک کہ وہ شخص فارغ ہو کر خود نہ ہٹتا۔ (ابن سعد)

۶۸۔ حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ کے اصحاب میں جو کوئی آپؐ سے ملتا تو آپؐ اس سے مصافحہ فرماتے اور اس کے لئے دعا کرتے۔ (نسائی)

۶۹۔ حضرت جندب بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آپؐ صحابہؓ سے ملتے تو مصافحہ نہیں کرتے یہاں تک کہ سلام کر لیتے (یعنی پہلے سلام کرتے پھر مصافحہ فرماتے) (طبرانی)

۷۰۔ ابن السنیؒ نے ایک انصاری کی باندی سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو پکارنا چاہتے اور اس وقت آپؐ کو اس کا نام یاد نہ آتا تو یا عبداللہ کہہ کر آواز دیتے۔

۷۱۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے پھرتے تھے تو اِدھر اُدھر دیکھا نہیں کرتے تھے (یعنی جس سمت میں جانا ہوتا تھا اسی طرف رُخ مبارک ہوا کرتا)۔ (حاکم)

۷۲۔ ابوداؤد نے بعض آل ام سلمہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا کفن جیسا ہوا کرتا تھا (یعنی جیسے میت کو کفن دیا جاتا ہے اس قسم کا ہوا کرتا تھا نہ قیمتی اور نہ پرتکلف) اور آپؐ کی مسجد آپؐ کے سرہانے تھی (یعنی جب سوتے تو آپؐ کا سر مبارک مسجد کی جانب ہوا کرتا تھا)۔ (کذا فی العزیزی)

۷۳۔ سیدہ حفصہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپؐ کا بچھونا ٹاٹ کا تھا۔ (ترمذی)

(دونوں حدیثوں کا ایک ہی مفہوم ہے کہ آپؐ کا بستر مبارک سیدھا سادہ تھا۔ نہ نرم و گداز نہ نقش و نگار والا)

۷۴۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ ٹخنوں سے اوپر ہوا کرتا تھا (یعنی نصف پنڈلی تک جیسا کہ دوسری روایت میں تصریح آئی ہے)۔ (کذا فی العزیزی بغیر ذکر سندہ)

اور آپؐ کے کرتہ کی آستین انگلیوں کے برابر ہوتی تھی، اور دوسری روایت جس کو ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کی ہے آستین کی لمبائی ہاتھوں کے گٹوں تک دراز تھی۔ (الغرض دونوں طرح کی آستین پہننا ثابت ہے)۔ (حاکم)

۷۵۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری تھی۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

۷۶۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معمولی قسم کے چھوہارے (کھجور) بھی اس قدر میسر نہ تھے جس سے آپؐ شکم سیری فرمالیں حالانکہ روئے زمین کے خزائن آپؐ کے پیروں تلے تھے مگر زہد اختیار فرمالیا تھا اور لذات دنیا کو حقیرانہ اور بے قیمت سمجھ کر آپؐ نے فقر کی حالت اختیار کرلی تھی اور جو آمدنی ہوتی اس کو ضرورت مندوں میں تقسیم کردیا کرتے تھے۔ (طبرانی)

۷۷۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے کل آئندہ کے واسطے کچھ جمع نہیں رکھتے تھے۔ (ترمذی)

۷۸۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آپؐ چلا کرتے تو لوگوں کو آپؐ

کے آگے سے نہ ہٹایا جاتا تھا اور نہ مارا جاتا تھا (جیسا کہ متکبر بادشاہوں اور امیروں کے لئے راستہ خالی کرنے کے لئے لوگوں کو ہٹایا جاتا اور جھڑکا جاتا ہے تاکہ مابدولت کی راہ میں آڑے نہ آئیں)۔ (طبرانی)

۷۹۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن سے کم میں قرآن شریف ختم نہیں فرماتے تھے۔ (ابن سعد)

۸۰۔ محمد بن الحنفیہؒ روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؐ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ کسی کام کے کرنے کو جو شریعت میں جائز ہوتا منع نہیں فرماتے تھے اور جب آپؐ کسی کا سوال پورا کرنے کا ارادہ فرماتے تو ہاں فرمایا کرتے تھے اور جب پورا کرنے کا ارادہ نہ ہوتا تو خاموش رہتے تھے (یہی حالت آپ کے انکار کرنے کی سمجھی جاتی تھی۔ اپنی زبان مبارک سے انکار نہیں فرماتے۔ (ابن سعد) (شمائل عزیز، شرح جامع صغیر ماخوذ از کتاب بہشتی زیور حصہ ۸ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ)

۸۱۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو اپنی انگوٹھی نکال کر داخل ہوتے۔ (شمائل ترمذی)

(چونکہ انگوٹھی پر اللہ و رسول کا اسم مبارک لکھا ہوا تھا اس لئے بیت الخلاء میں ایسی چیزوں کو نہ لیجانا چاہئے۔ یہی حکم آیات قرآنی کا بھی ہے کہ ایسا تعویذ بھی بیت الخلاء میں لیجانا مکروہ ہے جس میں متبرک نام اور آیات قرآنی و

حدیث کے الفاظ ہوں)

۸۲۔ حضرت کعب بن مالکؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول کرنے کے بعد اپنی انگلیاں تین مرتبہ چاٹ لیا کرتے تھے۔ (انگلیاں اپنے منہ میں نہیں ڈالتے بلکہ اوپری حصے سے اخذ کر لیتے)۔ (شمائل ترمذی)

۸۳۔ حضرت ابوجحیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بہرحال میں تو ٹیک لگا کر نہیں کھایا کرتا۔ (شمائل ترمذی)

(غالباً طعام نوشی مراد ہے۔ واللہ اعلم)

۸۴۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے فراغت کے بعد باہر تشریف لائے تو آپؐ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا اور وضو کا پانی لانے کیلئے پوچھا گیا، آپ نے فرمایا مجھ کو وضو کرنے کا حکم اسی وقت ہے جب میں نماز کا ارادہ کروں (استنجا سے فارغ ہونے کے بعد کھانا تناول کرنے سے پہلے وضو کرنا سنت نہیں ہے)۔ (شمائل ترمذی)

۸۵۔ حضرت حسن بن علیؓ اپنے ماموں (سیدہ فاطمہ کے ماموں) ہند بن ابی ہالہؓ سے (جو وصّاف رسول) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف واخلاق کثرت سے بیان کرنے والے کے نام سے مشہور ہیں) عرض کیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت بیان کیجئے۔

انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کے غم میں اکثر مشغول

رہا کرتے تھے۔ ہر وقت غور وفکر سوار رہا کرتی تھی، کسی وقت آپ کو بے فکری اور راحت وچین نہیں ہوتی تھی، اکثر اوقات خاموش رہا کرتے تھے بلاضرورت گفتگو نہ فرماتے، آپؐ کی پوری گفتگو شروع سے آخر تک صاف صاف واضح ہوا کرتی، پُرمعنے الفاظ ہوا کرتے، آپ سخت مزاج نہ تھے کسی کی تذلیل نہیں فرماتے۔ اللہ کی نعمت خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو اس کو بہت بڑی نعمت سمجھتے تھے، دنیاوی اُمور کی وجہ سے آپؐ کو کبھی غصہ نہ آتا تھا۔ البتہ کسی دینی اور حق بات میں کوئی شخص تجاوز کرتا تو اس وقت آپؐ کو غصہ آتا پھر کوئی بھی شخص اس غصہ کی تاب نہ لاسکتا تھا اور کوئی اس کو روک بھی نہ سکتا تھا یہاں تک کہ آپؐ اس کا انتقام نہ لے لیں، اپنی ذات کے لئے نہ کسی پر ناراض ہوتے اور نہ اس کا انتقام لیتے، جب کسی سے ناراض ہوتے تو اپنا چہرۂ مبارک پھیر لیتے تھے اور جب خاموش ہوتے تو حیا وشرم کی وجہ سے آنکھیں بند کر لیتے، آپؐ کی ہنسی تبسم ہوا کرتی اس وقت دندانِ مبارک موتیوں کی طرح چمکدار ظاہر ہوتے۔ (شمائل ترمذی)

۸۶۔ حضرت عبداللہ بن حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم کرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا (یعنی غور وفکر کرنے والوں میں اس قدر تبسم کرنے والا اور کوئی نہ تھا)۔ (شمائل ترمذی)

۸۷۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض

کیا یارسول اللہؐ! آپ ہم سے مزاح بھی فرما لیتے ہیں۔[1]

آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں! ہاں مگر میں غلط بات نہیں کہتا۔ (شمائل ترمذی)

۸۸۔ حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کے لئے بستر مبارک پر لیٹتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے۔

رَبِّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تُبْعَثُ عِبَادَکَ

(ترجمہ) : اے اللہ مجھے قیامت کے دن عذاب سے بچائیے۔ ۳ مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔ (حصن حصین)

۸۹۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اتنی لمبی نفل نمازیں پڑھا کرتے تھے کہ قدم مبارک پر ورم آجاتا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ اس قدر مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پوری پوری مغفرت فرما دی۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

(جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا بڑا انعام واکرام فرمایا ہے) تو کیا میں اس کا شکریہ ادا نہ کروں؟ (شمائل ترمذی)

[1] حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آپؐ سے سواری کا جانور طلب کیا آپؐ نے ارشاد فرمایا ضرور ہم تم کو اونٹنی کا ایک بچہ دیں گے اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں؟ (مجھ کو تو سواری کیلئے اونٹ چاہئے) آپؐ نے ارشاد فرمایا ہر اونٹ کسی نہ کسی اونٹنی کا بچہ ہوا کرتا ہے۔ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

۹۰۔ حضرت سیدہ عائشہؓ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات تہجد میں صرف ایک آیت کو بار بار پڑھتے رہے۔ (شمائل ترمذی)

(وہ آیت سورۃ المائدہ کے آخری رکوع کی آیت ۱۱۸ تھی)

(بقیہ حاشیہ گزشتہ)

یہی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دیہات کے رہنے والے ایک شخص جن کا نام زاہر بن حرام تھا جب وہ مدینہ طیبہ آتے تو دیہات کی سبزی وترکاری وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضرور لے آتے تھے اور ان کی واپسی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہری سامان خورد ونوش ان کو عطا فرماتے تھے۔ آپؐ کو ان سے محبت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزاحاً انھیں فرمایا کرتے زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اُس کے شہر ہیں۔

حضرت زاہرؓ کی شکل وصورت معمولی قسم کی تھی۔ ایک مرتبہ بازار میں کھڑے اپنا سامان فروخت کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک تشریف لائے اور پیچھے سے ان کو اس طرح دبوچ لیا کہ وہ آپؐ کو دیکھ نہ سکے انھوں نے بلند آواز سے کہنا شروع کیا ارے کون ہے؟ ارے کون ہے مجھے چھوڑ دے پھر جب انھوں نے آپؐ کو کن آنکھوں سے دیکھ لیا تو خود اور زیادہ چمٹ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کیا کوئی ہے جو اس غلام کو خرید لے؟

حضرت زاہرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر آپؐ مجھے فروخت کر دیں تو مجھ کو کھوٹا وکم قیمت پائیں گے، آپ نے ارشاد فرمایا نہیں نہیں اللہ کے نزدیک تم کھوٹے نہیں ہو بلکہ بیش قیمت ہو۔ (شمائل ترمذی)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو جنت میں داخل فرما دے، آپؐ نے ارشاد فرمایا جنت میں بوڑھی عورت داخل نہ ہوگی۔ یہ سن کر وہ بوڑھی عورت روتی ہوئی واپس ہونے لگی، آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا اس کو کہہ دو کہ کوئی بھی جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ ساری جنتی عورتوں کو نوعمر کنواری لڑکیاں بنا دیں گے پھر ان کا داخلہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّا اَنْشَاْنٰھُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَاراً عُرُبًا اَتْرَابًا الایۃ (سورۃ الواقعہ آیت ۳۵)

(ترجمہ) : ہم نے ان جنتی عورتوں کو خاص طور پر نیا پیدا کیا یعنی انھیں (دائمی کنواری عورت بنایا ہے من پسند اور ہم عمر والیاں)

(حکیم الامتؒ لکھتے ہیں کہ حوریں مردوں کی ملاقات کے بعد دوبارہ کنواری حالت پر ہو جائیں گی (یعنی دائمی کنواری حالت پر رہیں گی) (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

۹۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپؐ نے اتنا طویل قیام کیا کہ میں ایک بُرے وسوسہ میں پڑ گیا۔ کسی نے پوچھا کہ وہ بُرا وسوسہ کیا تھا؟ فرمایا کہ میں بیٹھ جاؤں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلے چھوڑ دوں۔ (شمائل ترمذی)

۹۲۔ حضرت عبداللہ بن شقیقؒ کہتے ہیں:

کہ میں نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا کہ نفل روزوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معمول تھا؟

آپؐ کسی مہینہ اتنی کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے کہ ہمارا اندازہ یہ ہوتا تھا کہ آپؐ روزے ترک ہی نہیں کریں گے۔

اور کسی ماہ روزے ہی نہ رکھتے تھے جس پر ہمارا خیال ہوتا تھا کہ اب روزے ہی نہ رکھیں گے لیکن مدینہ طیبہ تشریف آوری کے کچھ عرصہ بعد آپ نے سوائے رمضان المبارک کسی ماہ پورے ماہ کے روزے نہیں رکھے۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ)

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَاھَا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَاھَا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ (۱) عبادت کبھی جنت کے حور وقصور کے شوق میں کی جاتی ہے کہ یہاں قیمت ادا کردی وہاں مال مل جائے گا یہ تاجروں کی عبادت ہے (۲) اور کبھی عبادت خوف واندیشہ کے تحت کی جاتی ہے (کہ کہیں وہاں آخرت میں پکڑے نہ جائیں) یہ غلاموں کی عبادت ہے کہ ڈنڈے کے خوف سے کام کرتے ہیں اور ایک عبادت (۳) وہ ہے جو بلاشوق وخوف صرف اللہ کے انعامات کے شکر میں ادا کی جاتی ہے، یہ احرار (مردانِ حق) کی عبادت ہے۔ (خصائل نبوی ترجمہ شمائل ترمذی)

یہی حال آپؐ کی رات والی عبادت کا تھا کہ جب کبھی نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہیں تو آپؐ نماز پڑھتے نظر آتے تھے اور اگر سوتا دیکھنا چاہیں تو سوتا ہوا بھی دیکھا جاسکتا تھا۔

(مطلب یہ کہ رات کا کوئی نہ کوئی حصہ آپؐ نمازوں میں گزارتے تھے)۔ (شمائل ترمذی)

۹۳۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔[1] (شمائل ترمذی)

۹۴۔ حضرت ابوصالحؒ کہتے ہیں کہ:

میں نے سیدہ عائشہ اور سیدہ اُم سلمہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کونسا عمل زیادہ پسندیدہ تھا؟

دونوں نے جواب دیا کہ:

جس عمل پر مداومت (پابندی) ہو خواہ وہ عمل چھوٹا کیوں نہ ہو۔ (شمائل ترمذی)

---

[1] حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پیر وجمعرات کے دن بندوں کے اعمال حضور رب العزت میں پیش ہوتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میرے اعمال روزے کی حالت میں پیش ہوں۔

ایک اور حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ پیر وجمعرات کے دن اللہ تعالیٰ پر مسلمان کی مغفرت کردیا کرتے تھے مگر جن دو مسلمانوں میں قطع تعلق ہے اُن کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ (انھیں ایسے ہی رہنے دو جب تک کہ یہ آپس میں صلح صفائی نہ کرلیں)۔ (خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی)

۹۵۔ عبداللہ بن ابی قیسؓ کہتے ہیں کہ

میں نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں دریافت کیا کہ آپ نماز تہجد میں قرأت قرآن آواز (جہر) سے پڑھا کرتے تھے یا آہستہ؟

اُنھوں نے فرمایا کہ دونوں طرح کا معمول تھا۔

میں نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہر طرح کی سہولت رکھی۔ (شمائل ترمذی)

۹۶۔ حضرت محمد باقرؒ کہتے ہیں کہ:

کسی نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا کہ آپ کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا؟ (یعنی کس قسم کا تھا)

اُنھوں نے فرمایا:

آپ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔

اسی طرح سیدہ حفصہؓ سے کسی نے یہی سوال کیا تھا تو انھوں نے فرمایا:

ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہیرا کر کے ہم بچھا دیا کرتے تھے۔ ایک دن مجھے خیال آیا کہ اگر اس بستر کو چوہیرا کر کے بچھا دیا جائے تو زیادہ آرام دہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایسے ہی کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو دریافت فرمایا:

میرے نیچے رات کیا چیز بچھائی گئی تھی؟

میں نے تفصیل بیان کر دی۔

آپ نے فرمایا:

اس بستر کو اپنے سابقہ حال پر ہی رہنے دو اس کی نرمی نے تہجد کی نماز سے غافل کر دیا۔ (شمائل ترمذی)

۹۷۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ:

ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے آپ سے تنہائی میں کچھ ضروری بات کرنی ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

کسی عام راستہ پر بیٹھ جاؤ میں وہیں آ کر بات سُن لوں گا۔ (شمائل ترمذی)

۹۸۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:

صحابہ کرام کے قلوب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ باعزت اور محبوب اور کوئی شخصیت نہ تھی، اس کے باوجود وہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لاتا دیکھ کر کھڑے نہ ہوتے تھے۔ یہ اس لئے کہ آپ کو اپنے لئے اس طرح کھڑا ہونا پسند نہ تھا۔

(صحابہ کرام آپ کی مرضی کو پورا کرنا چاہتے تھے اور اپنے تقاضے اور

جذبات دبالیا کرتے تھے)۔(شمائل ترمذی)

۹۹۔ حضرت حسینؓ نے اپنے والد سیدنا علیؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ہم نشینوں کے ساتھ کیا معاملہ تھا؟

سیدنا علیؓ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ تین ۳ باتوں میں اپنے آپ کو بالکل علیحدہ کر رکھا تھا۔

جھگڑے سے، تکبر سے، بیکار باتوں سے۔

اور تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا۔

نہ کسی کی مذمت یا بُرائی فرماتے تھے، نہ کسی کو عیب لگاتے تھے، نہ کسی کے عیب تلاش کرتے تھے۔

آپ صرف وہی کلام فرماتے تھے جو اجر وثواب کا باعث ہو۔ اثناء گفتگو کسی بات کو قطع نہ فرماتے کہ دوسرے کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع کر دیں۔ (بلکہ بات کرنے والے کی بات مکمل ہونے کے بعد اپنی بات فرماتے)۔

(شمائل ترمذی)

سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

آپ ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے اور اس پر بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔ ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ

ہدیہ سے زیادہ بہتر بدلہ عنایت فرمایا کرتے تھے۔(شمائل ترمذی)

۱۰۰۔ امام ترمذی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ:

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں نوے ۹۰ ہزار درہم ہدیہ آئے۔ آپ نے ایک چٹائی پر ڈلوا دیئے اور وہیں پر سارے درہم تقسیم فرما دیئے، ختم ہونے کے بعد ایک ضرورت مند آیا اور درہم طلب کیا۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس تو اب کچھ بھی نہیں رہا البتہ تم میرے نام سے قرض لے لو جب میرے پاس گنجائش ہوگی میں ادا کر دوں گا۔

سیدنا عمرؓ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ آپ کے پاس جو کچھ بھی تھا آپ نے دے دیا ہے اور جو چیز آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا پابند نہیں کیا ہے، آپ ایسی زحمت کیوں اختیار فرماتے ہیں؟

حضرت عمرؓ کا یہ مشورہ آپ کو ناگوار گزرا۔

ایک انصاری صحابی نے عرض کیا۔

یا رسول اللہؐ!

آپ کا جس قدر جی چاہے خرچ کیجئے اور عرش کے مالک سے کسی بات کا اندیشہ نہ کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصاری کی یہ بات بہت پسند

آئی۔ آپ نے تبسم فرمایا جس کا اثر چہرۂ اقدس پر ظاہر ہوا، پھر ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی بات کا حکم دیا ہے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

ایک موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بلالؓ[1] سے فرمایا تھا:

اَنْفِقْ یَا بِلَالُ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالاً ، الحدیث۔ اے بلال خرچ کیا کرو اور عرش کے مالک سے کسی بات کا اندیشہ نہ کرو۔

(خصائل نبوی)

۱۰۱۔ زید بن سعنہ جو بہت بڑے یہودی عالم و فاضل تھے اسلام لانے کے بعد اپنا قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

نبوت کی علامتوں میں (جو گزشتہ آسمانی کتابوں میں لکھی ہوئی تھیں) کوئی بھی ایسی علامت باقی نہیں رہی جس کو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں دیکھا نہ ہو۔

البتہ دو علامتیں ایسی رہ گئی تھیں جن کے تجربہ کی نوبت ابھی تک پیش نہ آئی تھی۔

ایک تو یہ علامت کہ آپ کا صبر و ضبط آپ کے غصہ پر غالب ہوگا۔ دوسری علامت یہ ہے کہ آپ کے ساتھ جو کوئی بھی جہالت کا برتاؤ کرے گا، اسی

[1] سیدنا بلالؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو اخراجات کے منتظم تھے۔

قدر آپ کا ضبط و تحمل اور زیادہ ہوتا جائے گا۔ میں ان دونوں علامتوں کے امتحان کا موقع تلاش کرتا رہا اور آپ کی خدمت میں اپنی آمد و رفت بڑھاتا رہا۔

ایک دن آپ اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے، حضرت علیؓ آپ کے ساتھ تھے ایک دیہاتی شخص آیا اور عرض کیا۔

یارسول اللہ!

میری قوم مسلمان ہو چکی ہے اور میں نے قوم سے کہا تھا کہ مسلمان ہو جاؤ تو بھرپور رزق تم کو ملے گا اور اب یہ حالت ہے کہ گاؤں میں قحط پڑ گیا، مجھے یہ اندیشہ ہے کہ قوم اسلام سے نکل نہ جائے۔

اگر آپ قوم کی اعانت و مدد فرما دیں تو اندیشہ دور ہو سکتا ہے۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں آپ نے حضرت علیؓ کی جانب نظر کی تو حضرت علیؓ نے عرض کیا:

یارسول اللہ اس وقت تو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اس پر میں (زید بن سعنہ) نے کہا:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ فلاں شخص کے باغ کی اتنی کھجوریں مقررہ وقت پر مجھے دے دیں تو میں اس کی پیشگی قیمت ابھی دیتا ہوں، اس سے آپ اس دیہاتی مسلمان کی مدد فرما دیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

یہ تو نہیں ہوسکتا البتہ باغ کی تعین نہ کرو تو میں تم سے معاملہ کرسکتا ہوں۔

زید کہتے ہیں:

میں نے اس شرط کو قبول کرلیا اور کھجوروں کی قیمت اسیّ (۸۰) مثقال سونا (ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے اس طرح اکیس تولہ سونا) آپ کو دے دیا۔ آپ نے وہ سونا اس دیہاتی مسلمان کے حوالہ کردیا اور فرمایا کہ:

انصاف کے ساتھ اس کی تقسیم کرو تاکہ قوم کی ضرورت پوری ہوجائے۔ اس کے بعد زید بن سعنہ کہتے ہیں:

جب کھجوروں کی ادائیگی کے وقت میں دو تین یوم باقی تھے میں آپ کے پاس آیا اس وقت حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ آپ کے پاس تھے، میں نے آتے ہی آپ کے کرتے اور چادر کو پکڑ کر نہایت ترش روئی سے کہا:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

تم میرا قرض ادا نہیں کرتے، خدا کی قسم! میں تم سب اولاد عبدالمطلب کو خوب جانتا ہوں سب کے سب بڑے نادہندہ قسم کے لوگ ہو، تم سے کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ زید بن سعنہ کہتے ہیں:

حضرت عمرؓ نے اس وقت مجھ کو تیز نگاہوں سے دیکھا اور کہا او خدا کے دشمن! یہ کیا بکواس ہے؟

اللہ کی قسم!

اگر مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا اندیشہ نہ ہوتا تو اس وقت تیری گردن اُڑا دیتا۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں:

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سکون سے مجھ کو دیکھ رہے تھے اور تبسم فرما رہے تھے۔

پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا:

اے عمر!

تم دھمکی دینے کے بجائے اس کو خوش اخلاقی برتنے کی ہدایت کرتے اور مجھ کو اُس کا حق ادا کرنے کی تلقین کرتے۔

تمہاری اس تفہیم کے ہم دونوں زیادہ محتاج تھے۔ لا الہ الا اللہ

بہرحال زید کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور اس کا حق ادا کردو۔

اور تم نے جو اس کو ڈانٹا و دھمکایا ہے اس کے بدلہ میں بیس ۲۰ صاع (تقریباً دو من کھجوریں) مزید اضافہ کرکے دو۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں:

حضرت عمرؓ مجھے لے گئے اور میرا قرضہ اور بیس ۲۰ صاع کھجوریں زائد دیدیں۔

میں نے پوچھا

یہ بیس صاع زائد کس لئے دیئے جارہے ہیں؟

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے۔

پھر میں نے کہا:

اے عمرؓ !

تم مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟

سیدنا عمرؓ نے فرمایا:

نہیں!

میں نے کہا:

میں زید بن سعنہ ہوں

حضرت عمرؓ نے پوچھا

وہی جو یہودیوں کا بڑا عالم ہے؟

ہاں! وہی ہوں

پھر حضرت عمرؓ نے کہا:

اے زید!

تم اتنے بڑے عالم ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہو؟

میں نے کہا :

اے عمر! ایسا نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ:

علامت نبوت میں سے دو ۲ علامتیں ایسی رہ گئی تھیں جن کا اب تک مجھے تجربہ کرنے کا موقعہ نہ ملا تھا۔

ایک یہ کہ آپ کا ضبط و تحمل آپ کے غصہ پر غالب ہوگا۔

دوسرا یہ کہ آپ کے ساتھ سخت جہالت کا برتاؤ آپ کے تحمل کو اور زیادہ کرے گا۔ اب میں نے ان دو ۲ علامتوں کا بھی تجربہ کرلیا ہے لہذا تم کو اپنے اسلام لانے کا گواہ بناتا ہوں اور میری کل جائیداد کا نصف حصہ اُمت محمدیہ کے لئے صدقہ ہے۔

پھر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسلام قبول کرلیا۔ لا الہ الا اللہ

اسلام لانے کے بعد زید بن سعنہؓ بہت سے غزوات میں شریک ہوئے۔ آخر کار غزوۂ تبوک ۹ھ میں شہید بھی ہوگئے۔

رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

(خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی)

خاک پائے مصطفیٰ

محمد عبدالرحمٰن غفرلہ

حال مقیم جدہ، سعودی عرب

یکم رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

طبقۂ انبیاء میں نبی اکرم ﷺ کی

''خصوصی شان''

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔ الخ بقرہ: آیت ۲۵۳

ترجمہ: ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے۔

ان میں سے وہ بھی ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا ہے اور ان میں بعض کے درجے (اللہ نے) بلند کئے ہیں اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلے کھلے معجزات عطا کئے اور ہم نے ان کی تائید و مدد روح القدس (جبرئیل امین) کے ذریعہ کی الخ آیت سے پہلے چند ایک عظیم نبیوں کا تذکرہ ہے۔ پھر تِلْکَ الرُّسُلُ والی آیت بیان کی گئی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین مکہ کی مخالفت پر تسلی دی جارہی ہے کہ آپ سے پہلے انبیاء کرام کو بھی مشرکوں سے ایسا ہی سابقہ پڑھا تھا یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔

آپ مطمئین رہیں۔ آپ طبقہ مرسلین میں شان والے نبی و رسول ہیں۔ مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ انبیاء کرام نبوت و رسالت میں سب کے سب برابر ہیں۔ ان میں کوئی تفریق و کمی نہیں۔ البتہ فضائل و معجزات میں بعض کو بعض پر

فضیلت دی گئی ہے پھر اس پورے طبقہ انبیاء میں نبی آخرالزماں سیدنا محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الانبیاء، اشرف المرسلین، سیدالاولین والآخرین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین کے لقب سے مشرف کیا ہے۔ مفسرین نے وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ الآیۃ سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیا ہے۔ یعنی اللہ نے آپ کو سب سے بلند درجہ عطا کیا ہے۔

(روح المعانی، قرطبی، کشاف، بحر) تفسیر ماجدی، ج:۱، صفحہ: ۴۷۰، سورہ بقرہ

قرآن کریم کی آیات میں ایسی آیات موجود ہیں جن میں آپ کی یہ شان بیان کی گئی ہے۔

(۱) وَعَلَّمَکَ مَالَم تَکُنْ تعلَمُ وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا

الآیۃ سورہ: نساء، آیت: ۱۱۲

ترجمہ: اور اللہ نے آپ کو وہ علم دیا جس کو آپ جانتے نہ تھے اور اللہ کا یہ فضل و کرم عظیم الشان ہے۔

(۲) وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ الآیۃ سورہ: انبیآء، آیت: ۱۰۷

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ (کائنات کی رحمت)

(۳) وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاس الآیۃ سورہ: سبا، آیت: ۲۸

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو (بلا مذہب و ملت) تمام انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کیلئے بھیجا ہے۔

(۴) وَلٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ الآیۃ سورہ احزاب، آیت:۴۰

ترجمہ: اور آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبین (آخری نبی ورسول ہیں)۔

ان آیات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ دیگر انبیاء کرام میں نہیں ملتی۔ احادیث رسول میں خصائص نبوی کے عنوان سے یہ خصوصی شان بیان کی گئی ہے۔

(۱) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میری بعثت پوری دنیا کی طرف ہوئی ہے مجھ سے پہلے انبیاء اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے میں دنیا کے تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

(۲) میں خاتم النبین ہوں میری ذات پر سلسلہ انبیاء ختم ہو چکا۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

(۳) مجھ کو جوامع الکلم عطا کئے گئے۔ (یعنی ایسے مختصر و جامع کلمات جو تھوڑے ہوں لیکن اس کے معانی ومفہوم بیشمار ہوں۔

(۴) مجھ کو رُعب وہیبت کے ذریعہ فتح ونصرت عطا کی گئی۔ بلا اسباب ظاہری۔ ایک ماہ کی مسافت تک میرے دشمن مجھ سے مرعوب اور خوف زدہ رہتے ہیں۔

(۵) تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ (مسجد) نماز پڑھنے کی جگہ بنادی گئی ہے (جب نماز کا وقت آجائے تو کسی بھی جگہ نماز ادا کی جاسکتی ہے) اور میرے لئے پاک مٹی سے تیمّم (وضو) کرنے کی اجازت دی گئی ہے (جبکہ

پانی میسر نہ ہو یا کوئی عذر ہو)

(۶) جہاد میں مال غنیمت میرے لیے حلال کر دیا گیا جبکہ کسی نبی ورسول کیلئے حلال نہ تھا۔

(۷) میری امت سابقہ تمام انبیاء کرام کی امتوں سے تعداد میں بڑی ہوگی (حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن تمام امتوں کی صفیں ایک سو بیس ہوں گی ان میں اسی (۸۰) صفیں میری امت کی ہوں گی)

(۸) قیامت کے دن مجھ کو شفاعت کبریٰ کا مرتبہ عطا کیا گیا قیامت کے دن اولین وآخری میری طرف رجوع ہوں گے اور میں ان کیلئے بارگاہ الٰہی میں شفاعت کرونگا۔

(۹) تمام انبیاء ومرسلین سے پہلے میں اپنی امت کو پل صراط سے لے کر گزر جاؤنگا۔

(۱۰) سب سے پہلے جنت میں میرا داخلہ ہوگا۔ ابوبکرؓ وعمرؓ میرے دائیں بائیں ہوں گے۔

جنت میں ہر نبی کیلئے ایک حوض ہوگا اور میرا حوض سب سے زیادہ وسیع و عریض وپُررونق ہوگا۔

سیرت مصطفیٰ ج۲: ص:۴۰۷، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند (ہند)

قُبَّۃُ الْخضرآء (گنبد خضراء)

جس حجرۂ شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا وہ حجرہ عائشہ صدیقہؓ تھا۔ مرض الوفات کے آخری دنوں میں آپ نے یہاں قیام فرمالیا تھا۔

پھر یہی حجرۂ شریف آپ کی ابدی قیام گاہ ثابت ہوئی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) انتقال کے بعد اصحاب رسول میں مشورہ ہوا کہ آپ کو کہاں سپرد خاک کیا جائے۔ پڑوس ہی میں قدیم بقیع الغرقد قبرستان تھا۔ کچھ دیر بعد باتفاق رائے طئے ہوا کہ جس مقدس جگہ آپ کا وصال شریف ہوا (یعنی حجرۂ عائشہ صدیقہؓ) وہی آپ کی آخری قیام گاہ ہوگی۔ اس رائے ومشورہ کے بعد چند اصحابِ رسول نے شہادت دی کہ ہم نے بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ نبیؐ جس مقام پر وفات پاتے ہیں وہی ان کی ابدی خواب گاہ ہوتی ہے۔

اس طرح بلا اختلاف وانتشار حجرۂ عائشہ صدیقہؓ میں تدفین کا انتظام کردیا گیا۔ ظاہر ہے حجرۂ عائشہ صدیقہؓ ایک مختصر خام حجرہ تھا جس کی چھت کچے اینٹوں کی تھی۔ اسی کمرے کے ایک جانب تدفین عمل میں آئی۔

پھر یہی صورت حال عرصہ دراز تک رہی۔ حجرہ شریف میں زیارت رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آمد ورفت رہا کرتی تھی پھر کثرت ہجوم ودیگر خدشات کے تحت حجرہ شریف کو بند کردیا گیا۔ زائرین باہر ہی سے درود وسلام پڑھ کر رخصت ہوجاتے۔ اس طویل مدت میں جزوی طور پر داغ دوزی ہوجایا کرتی تھی لیکن کوئی بنیادی تبدیلی نہ ہوئی۔ کم وبیش سات سو (۷۰۰) سال بعد ۶۷۸ھ مطابق ۱۲۷۹ء میں ملک شام کے بادشاہ الملک المنصور قلاوؤں الصالحیؒ نے حجرۂ شریفہ کی چھت پر لکڑی کے تختوں کا گنبد بنوایا۔ پھر کچھ مدت بعد دوسرے بادشاہ الملک الاشرف قایتبائی نے قیمتی پتھروں سے اُس گنبد کی تجدید کی اور اس کو خوبصورت شکل دی لیکن ایک طویل مدت کے بعد ان پتھروں میں شگاف پیدا ہوگئے۔

تیسرے بادشاہ سلطان محمود عثمانی (ابن سلطان عبدالحمید خانؒ) نے اپنے دور حکومت ۱۲۵۳ھ م ۱۸۳۷ء میں گنبد کی تیسری ترمیم قیمتی ونایاب پتھروں سے کی اور اس کی بنیاد کو انتہائی گہرائی ومضبوطی سے تعمیر کیا۔

پھر اپنی حیات کے آخری دنوں میں گنبد کو سبز رنگ سے زینت دی۔ جو آج ۱۴۳۳ھ م ۲۰۱۲ء اُسی سبز رنگ پر قائم ہے۔ سعودی حکومت نے اس کی نگہداشت پر خصوصی توجہ رکھی ہے۔ فجزاهم الله احسن الجزاء .

بادشاہ مصر کے نام آپ کا دعوت نامہ

نامہ مبارک ہدیۃً بھیجا ہے سرور کائنات ﷺ نے مقوقس حاکم اسکندریہ کے پاس اور اسلام کی دعوت دی ہے اس کو۔ اسکندریہ کی بادشاہت مقوقس کے ہاتھ میں تھی جو حضرت عیسیٰ کے بعد ایک قبطی بادشاہ تھا۔ اس کے پاس رسول اللہ ﷺ نے اپنا قاصد بھیجا۔ سلطان عبدالعزیز خان صاحب والیٔ رامپور نے اپنے خرچ سے اس نامہ مبارک کا فوٹو لیا۔ سلطان نے اپنے استاد مولوی محمد مقبول احمد صاحب کو حکم دیا کہ اس کا ترجمہ کریں۔ مولوی صاحب نے ترجمہ کیا۔

نامہ مبارک رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام ابن آبسلطان مقوقس والی قبط مصر

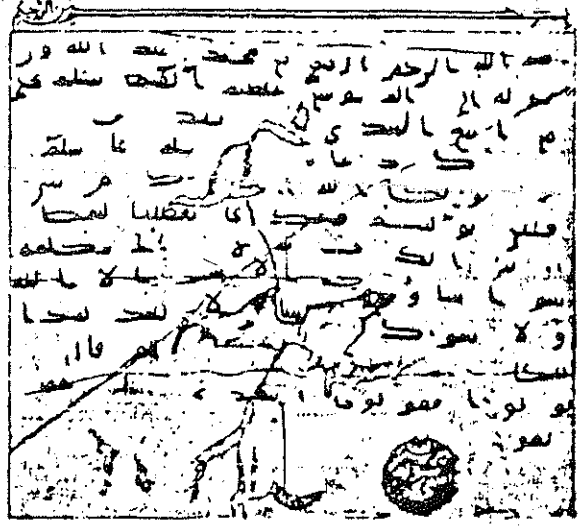

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد عبد اللہ ورسولہ الی المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع
اللہ کے بندے اور اسکے رسول محمد کی جانب سے مقوقس بادشاہ قبط کی طرف سلام ہو اس پر جو ہدایت کی
الھدیٰ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت
پیروی کرے امابعد میں تجھ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام لا تو سلامت رہیگا اور خدا تعالیٰ تجھ کو دوہرا ثواب دیگا اور اگر اسلام لانے سے
فعلیک اثم القبط یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا
اعراض کرے تو تمام قبط کا وبال تجھ پر ہوگا اے اہل کتاب آؤ اس بات کی طرف جو ہم میں تم میں برابر مشترک ہے وہ یہ کہ نہ پوجیں ہم مگر اللہ کو
نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون
اور نہ شریک کریں ہم اس کے ساتھ کسی کو اور نہ بنائیں بعض ہم میں سے بعضوں کو رب اللہ کے سوا پھر اگر وہ پھر جائیں تو کہدو گواہ رہو تم کہ ہم تو مسلمان ہیں

حجرۂ نبوی شریف کا اندرونی نقشہ

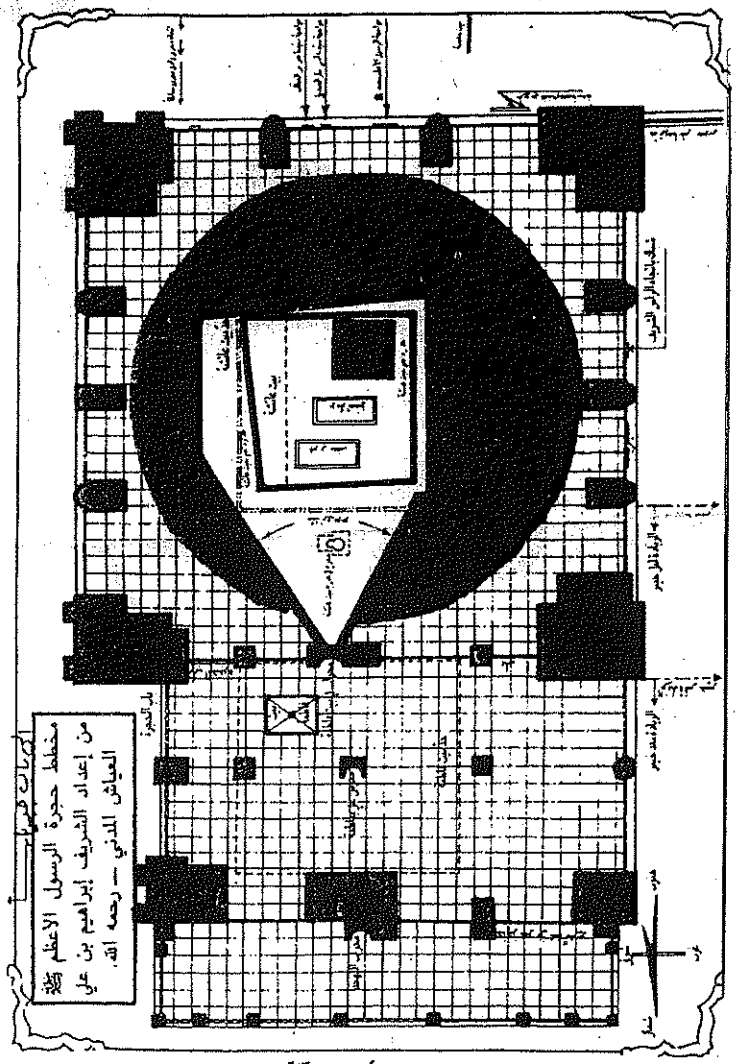

مخطط حجرة الرسول الأعظم ﷺ

اعداد الشريف ابراهيم بن علي العياشي رحمه الله

خاتم نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)

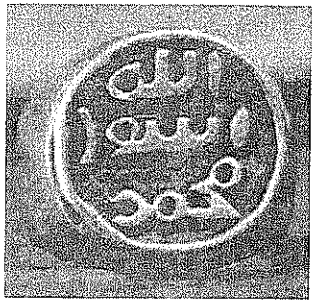

نقشہ نعلین شریفین
(صلی اللہ علیہ وسلم)

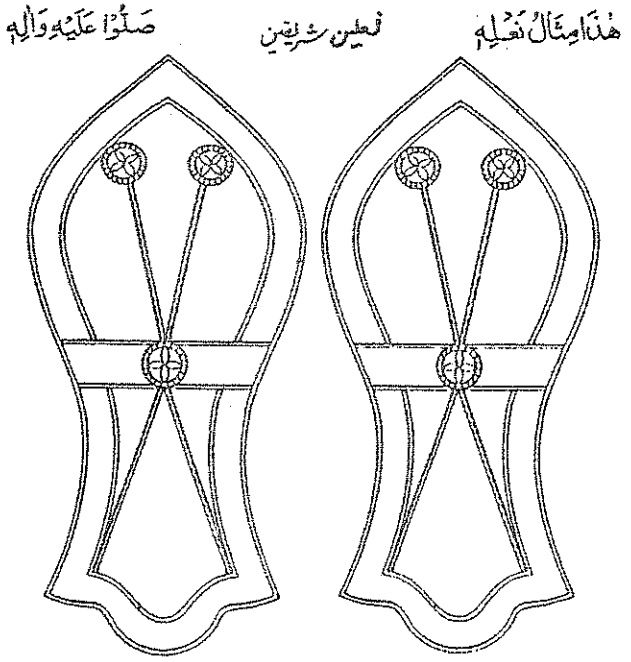

نعت شریف

چہ گنم بیانِ کمالِ اُو — بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
چہ فروغ کرد جمالِ اُو — کشف الدُّجٰی بِجمالِہٖ
مَن حیرتم بخصال اُو — حَسُنَتْ جَمِیع خِصالِہٖ
دل و جانِ مَن فِدائے اُو — صَلُّوا عَلَیْہِ و آلِہٖ